ماہنامہ
الحقیقہ
مجلہ
پاکستان

نومبر 2007

ہم کیسے مسلمان ہیں؟

اداریہ

محمد عربی کہ آبروئے ہر دو سرا است
کسے کہ خاکِ درش نیست خاک بر سرِ او

فضائلِ مدینہ منورہ

شاہ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم زندہ و مختار

وسیلہ
تاریخی واقعات کے آئینے میں

واسطہ

جس کو نہیں حضور کی الفت سے واسطہ
اس کو نہیں ہے عزت و عظمت سے واسطہ

پھر سمجھو تم بھی راحم و مرحوم کچھ نہیں
ٹوٹا اگر حضور کی رحمت سے واسطہ

جان حیات وہ ہیں تو زندہ ہے اصل میں
جس کو ہے ان کے عشق و محبت سے واسطہ

سمجھا نہ جو بھی عظمت توقیر دہر میں!
توحید سے ہے اس کو نہ سنت سے واسطہ

زاہد جو بے نیاز ہے ان سے تو دوزخی
اس کو کہاں ہے طوبیٰ و جنت سے واسطہ

فاسق سعید ہے، اگر ان کا غلام ہے
رکھتا ہے جو امید شفاعت سے واسطہ

ہم کو کسی کی نوکری ہرگز نہیں قبول
اپنا تو ہے نبی کی حکومت سے واسطہ

جو رحمت تمام ہے، جو رحمت دوام
ہم کو ہے اس سخی کی سخاوت سے واسطہ

بے غیرتی ہے ان کے عدو سے ہو ربط و ضبط
اے کاش حاکموں کو ہو غیرت سے واسطہ

ملت کہ فرد، جو بھی ہو اس آستاں سے دور
اس کو ہے قعر دوزخ و ذلت سے واسطہ

ماتم نہ کر، اٹھ ان کے مخالف سے کر جہاد
سچا اگر ہے آپ کی عترت سے واسطہ

جھوٹوں کو چھوڑ عالم کون و فساد میں
سچوں سے مل اگر ہے صداقت سے واسطہ

خنزیر و سگ سے بھی ہیں وہ ظالم ذلیل تر
جن کو ہے ان کے بغض و کدورت سے واسطہ

آسیؔ پہ اس کے مرشد کامل کی ہے نظر
اس کو جو ہے حضور کی مدحت سے واسطہ

صلی اللہ علیہ وسلم

غلبۂ دینِ حق کی عظیم تحریک شیرانِ اسلام کا ترجمان

ماہنامہ

الحقیقہ

پاکستان

مجلّہ

ذیقعد سنہ ۱۴۲۸ھ نومبر سنہ 2007 جلد نمبر 8 شمارہ نمبر 02

یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ جَاھِدِ الْکُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِیْنَ وَاغْلُظْ عَلَیْھِمْ

اے نبی ﷺ جہاد کرو کافروں اور منافقوں سے اور ان پر سختی کرو

فہرست

زرِ تعاون

پاکستان فی پرچہ -/15 روپے

بذریعہ ڈاک -/150 فی پرچہ سالانہ چندہ

یورپ	1 پونڈ	10 پونڈ
یو ایس اے	1.5 ڈالر	15 ڈالر
عرب ممالک	3 ریال	30 ریال

لاثانی بک اینڈ کمپوزنگ سنٹر ریلوے روڈ نزد شیش محل شکرگڑھ 0542-451997

رابطہ: صوفی محمد آصف نقشبندی انچارج دفتر الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ 0542-451737

پبلشر محمد عطاء الحق آسی نے ... پرنٹرز داتا دربار مارکیٹ سے چھپوا کر مرکزی دفتر مجلہ الحقیقہ نقش لاثانی نگر شکرگڑھ فون 0542-451734 نارووال سے شائع کیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون

یونس ۔ ۶۲

ترجمہ: سُن لو اللہ کے ولیوں پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم

کلمة الحقیقه ادا ریه

ہم کیسے مسلمان ہیں؟

مدیر مسئول کے قلم سے

ہمارا سب سے بڑا سرمایہ ایمان اور سب سے بڑی پہچان اسلام ہے۔ ایمان محفوظ ہے تو ہم محفوظ ہیں اور اسلام سلامت ہے تو ہم زندہ ہیں ہماری سب سے بڑی تگ ودو ایمان و اسلام کی حفاظت کیلئے ہونی چاہئے۔ خدانخواستہ ایمان و اسلام مضبوط نہیں تو اقتدار کا دبدبہ، دولت کی ریل پیل، خاندانی عزت اور ذاتی عظمت سب کچھ بے معنی ہے۔ یاد رہے کہ ایمان کا تعلق باطن ﴿یعنی دل﴾ سے ہے اور اسلام کا ظاہر ﴿اعمال وغیرہ﴾ سے ہے۔ ایمان خود تو نظر نہیں آتا تاہم اس کے اثرات ضرور دکھائی دیتے ہیں۔ یعنی ایمان اگر دل میں پوری طرح راسخ ہے تو اس کا اظہار انسان کی عملی زندگی سے ہو جائے گا عمل و کردار پر ایمان کا اثر انداز ہونا ہی 'اسلام' ہے۔ جو کوئی ایمان کے تقاضے جس حد تک ملحوظ رکھتا ہے اسی حد تک 'مسلم' ہے۔ ایمان اللہ کو خدائے واحد اور حضور سیدنا محمد مصطفےٰ کریم علیہ التحیہ والثناء کو اس کا رسول دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ماننے کا نام ہے اور ظاہر ہے جس ذات کو خدا تعالیٰ اور جس شخصیت کو رسول مانا جائے ان کے حکم کی اتباع بھی ضروری ہو جائے گی۔ دل سے ان کی عظمتوں کا یقین اور زبان سے ان کی عظمتوں کا اقرار اس وقت تک مکمل متصور نہیں ہوگا جب تک عمل سے اس یقین و اقرار کا ثبوت نہ دیا جائے۔

ایمان کے تقاضے: ایمان کے عملی تقاضے کیا ہیں اور اپنے اسلام کا جائزہ ہم کیونکر لیں۔ اس سلسلے میں ذیل میں چند ارشادات نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام درج کئے جاتے ہیں آیئے ان کی روشنی میں اپنا امتحان کریں۔

لیس المومن باطعان ولا باللعان ولا الفاحش ولا البذی ﴿ترمذی شریف﴾

ترجمہ: مومن طعنے والا، لعنت بھیجنے والا، فحش گو اور بدزبان نہیں ہوتا۔

المومنون کرجل واحد ان اشتکیٰ عینه اشتکی کله وان اشتکی راسه اشتکی کله ﴿مسلم شریف﴾

ترجمہ: تمام مسلمان ایک آدمی کی مانند ہیں اگر اس کی ایک آنکھ دکھے گی تو سارا جسم دکھے گا اور اگر اس کا سر دکھے گا تو سارا جسم دکھے گا۔

المومن للمومن کالبنیان یشد بعضه بعضاً ثم شبک بین اصابعه ﴿متفق علیہ﴾

ترجمہ: ایک مسلمان دوسرے مسلمان کیلئے عمارت کی مانند ہے کہ اس کا ایک حصہ دوسرے کو قوت دیتا ہے پھر آپ نے (سمجھانے کیلئے) ایک ہاتھ کی انگلی کو دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل کیا

الدین النصحة (ثلثا) قلنا لمن قال لله والکتابه والرسوله ولا تمة المسلمین ومامتهم ﴿مسلم شریف﴾

ترجمہ: تین بار ارشاد فرمایا دین خیر خواہی کا نام ہے ہم صحابہ نے عرض کیا کس کی۔ فرمایا اللہ کے دین کی اور اس کی کتاب کی اور اس کے رسول کی اور مسلمان حاکموں کی اور عام مسلمانوں کی۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق حضور ﷺ نے فرمایا

ملعون من صار مومنا او مکربه ﴿ترمذی شریف﴾

ترجمہ: ملعون ہے وہ شخص جو کسی مسلمانوں کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے

ایاکم والظن فان الظن اکذکب الحدیث ﴿متفق علیہ﴾

ترجمہ: بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے جھوٹی بات ہے

من اربی الربوا الا ستطالة فی عرض المسلم بغیر حق ﴿ابوداؤد﴾

ترجمہ: سب سے بڑا سود کسی مسلمان کی ناحق آبروریزی دے۔

ہمارا کردار: ان احادیث پر غور فرمایئے اور سوچئے ہمارا قومی اور شخصی کردار کس حد تک ان کے مطابق ہے، حضور پرنور ﷺ نے رنگ ونسل اور زبان ووطن کے تمام امتیازات ختم کر کے ایک ہی رشتہ اخوت میں پرونا چاہا اور اس کا عملی آغاز اپنی ذات سے اس طرح کیا جس کا تصور بھی اس سے قبل محال تھا، چاہئے تو یہ تھا کہ انسانیت کے بہی خواہ اس محسن اعظم ہادی عالم ﷺ کے احسانات وتعلیمات کی قدر شناسی کرتے ہوئے اس پر کما حقہ عمل پیرا ہوتے مگر افسوس اور تو اور خود فرزندان اسلام نے بھی اس آئین رحمت کو فراموش کر دیا، یہی متحد ہوتے تو انسانیت کو بچانے والی.........سب سے بڑی قوت ہوتی، دشمن یہی چاہتے تھے، انہوں نے ملت کو مرکز سے دور اور اسلام سے غافل رکھنے کیلئے ہزار طرح کے حیلے بہانے، منصوبے اور ہتھکنڈے تیار کئے وہ مملکت خداداد پاکستان جو اسلام ہی کے نام پر معرض وجود میں آئی تھی چند سالوں میں ہی دشمنوں کی سازشوں کا شکار ہو کر دو حصوں میں بٹ گئی۔ آدھا پاکستان جو رہ گیا تھا وہ بھی سازشوں کی لپیٹ میں ہے۔ عالم کفر اکٹھا ہو کر اسلام کو ختم کرنا چاہتا ہے، افغانستان، عراق، بوسینیا، فلسطین میں جو کچھ ہوا اور ہو رہا ہے سب کچھ ہمارے سامنے ہے مگر آہ ہمیں احساس ہی نہیں جیسے دنیا میں ہمارے خلاف کچھ ہو ہی نہیں رہا، جیسے ہمیں اپنے کلمہ خواں بھائیوں سے کوئی غرض ہی نہیں، جیسے ہمارا درد سر نہیں، پھر جب اپنے ملک میں ہم نفرتوں اور کدورتوں کا شکار ہوں اور اسلام و ایمان کے تقاضوں کو بھلا بیٹھے ہوں تو دوسرے ممالک میں برادران ملت کی کیا خدمت کر سکتے ہیں یہاں بھائی بھائی کا گلہ کاٹ رہا ہو تو دوسروں کو کیونکر ظلم وستم سے روک سکتے ہیں اور انہیں رحم وکرم کی تلقین کیسے کر سکتے ہیں، پھر یہ سب نتیجہ سے اس بات کا کہ اسلام ہماری زبان پر تو ہے دل میں نہیں یا ہے تو برائے نام سچا مسلمان کسی مسلمان پر ظلم نہیں کرتا اور نہ کسی کو ظالم کے سپرد ہونے دیتا ہے اسلامی کردار کے جو دوسرے خدوخال بھی ان احادیث میں بیان ہوئے انہیں سامنے رکھئے اور اپنے اعمال واطوار کا جائزہ بھی ہیں، تو سر شرم سے جھلک جاتا ہے۔ ہم تو ہم قوم کے نمائندے جنہیں ہزاروں کی تعداد میں ووٹ ملتے ہیں اور اسمبلیوں میں قوم کی نمائندگی کرتے ہیں الا ماشاء اللہ خود ملت کیلئے کلنک کا ٹیکہ ثابت ہو رہے ہیں۔ اخبارات اٹھا کر دیکھیں ان کا کردار، طرز گفتگو، ضمیر فروشی قوم کو کہاں پہنچا رہی ہے۔ سچی بات تو یہ ہے جب کسی قوم کا اجتماعی ضمیر ہی مردہ ہو چکا ہو تو اسی قسم کے حاکم اور اسی قسم کے نمائندے اس پر مسلط کئے جاتے ہیں۔ یہ ہماری شامت اعمال ہے اور بس ہم نے اسلام سے وفا نہیں کی اور نبوی تعلیمات پر عمل نہیں کیا۔ اب ہمیں خدا کا فضل، رسول خدا ﷺ کا کرم اور بزرگوں کی دعائیں ہی برے اور ہولناک انجام سے بچا سکتی ہے۔

اے خاصہ خاصان رسل وقت دعا ہے　　　امت پہ تری آ کے عجب وقت پڑا ہے

......☆......

اتحاد ملت

کی ضرورت

قسط: 12

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی
علیہ الرحمہ

دیکھا آپ نے اللہ کی رحمت کو جوش میں لانے کے لئے اس کے حبیب کریم ﷺ کا ادب واحترام کتنا ضروری ہے اور اس کے غضب کو جوش دلانے والی چیز اس کے اسی حبیب مکرم ﷺ کی بے ادبی وگستاخی سے زیادہ کوئی چیز نہیں۔ پھر یہ بات اتنی سادہ اور آسان ہے کہ اس کو سمجھنے کے لئے کسی لمبے چوڑے فلسفے یا تحقیق کی کوئی ضرورت نہیں، اتنا ہی عقیدہ کافی ہے کہ انہیں اللہ نے اپنا نبی بنایا ہے (علیہ الصلوۃ والسلام) اور ظاہر ہے جسے نبوت سے سرفراز فرمایا، دوسرا کوئی شخص جسے نبوت نہیں دی گی اس کے برابر نہیں ہوسکتا۔ پھر اس کی شان کے کیا کہنے جو سب کا نبی ہے اور ہمیشہ کے لئے نبی ہے حتی کہ نبیوں کا بھی نبی ہے ﷺ جو اللہ کا سب سے بڑا رازدار ہے (ﷺ) پھر وہ کائنات کی اصل منشاء، کائنات کی وجہ بقا اور کائنات کا حسن ہے۔ پھر وہ سب کا حامی، سب کا محسن اور سب پر مہربان ہے۔ (ﷺ) ایسا کریم ماں باپ سے ہزاروں گنا بلکہ اپنی جان سے بھی لاکھوں گناہ زیادہ کریم ہے۔ اس سے بے وفائی کرنا کسی اعتبار سے بھی مستحسن نہیں بلکہ حقیقت یہ ہے اس کائنات کا سب سے بڑا جرم یہی ہے۔ ہاں غور تو کیجیے جس کا سہارا یہاں آفات وحوادث سے محفوظ رکھے، قبر میں عذاب سے بچائے، محشر میں کوثر پلائے اور پھر محبت ونوازش سے جنت میں ساتھ لے کر جائے، اس کے ساتھ بے وفائی کتنا بڑا جرم ہے۔ رحمۃ للعلمین ﷺ کے سینکڑوں ایسے احسانات ہیں جن میں سے ایک کے برابر کوئی دوسرا احسان نہیں کرسکتا، پھر اسی محسن کے خلاف بغاوت۔

تفو بر تو اے روئے دشمن تفو

اور کچھ نہ سہی کیا حضور ﷺ نے ہماری پیشانیوں کو سنگ وآہن کے بتوں کے سامنے سجدہ ریز ہونے کی ذلت سے نہیں بچایا، کیا جس توحید کا یار لوگ بہت زیادہ شور مچاتے ہیں۔ اگر واقعی توحید ہے تو دنیا کو حضور پر نور ﷺ کے آستان رحمت سے حاصل نہیں ہوا، کیا قرآن پاک جیسی لازوال وبے مثال نعمت سرکار دوعالم ﷺ کے در سے نہیں ملی، ان احسانات کا کون انکار کرسکتا ہے۔ اور اگر واقعی یہی حقیقت ہے تو فرمایئے ان کا بدلا کیا ہونا چاہیے۔ اعلیحضرت بریلوی نے اسی پس منظر میں فرمایا ہے۔

اور تم پر میرے آقا کی عنایت نہ سہی — نجدیو کلمہ پڑھانے کا بھی احساب گیا

اور اگر یہ مسلّم ہے تو بتاؤ، اس احسان کا بدلا کیا ہونا چاہیے تھا۔ آپ دیکھتے نہیں دنیا میں جس کا احسان جتنا زیادہ ہوتا ہے اس کا حق بھی اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ ماں باپ کو لیجیے، ان کا احسان سب سے زیادہ تو رشتہ داروں میں سب سے زیادہ حق بھی انہیں کا ہے اور ان کے حق کا ایک پہلو یہ ہے ان کی نافرمانی وبے ادبی سب کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ ان کے نافرمان کو دونوں جہان میں سزا ملتی ہے (یعنی اس کا عذاب دنیا ہی سے شروع ہو جاتا ہے) انہیں کے سلسلے میں اللہ نے حکم دیا۔

"فلا تقل لھما اف ولا تنھر ھما وقل لھما قولا کریما" (بنی اسرائیل۔۲۳)

ترجمہ: تو ان سے ہُوں نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے تعظیم کی بات کہنا۔ (کنزالایمان)

والدین کے حقوق کی یہ ایک جھلک ہے، اس سے اندازہ کیجیے۔ استاد دینی کے حقوق کا، (کیونکہ حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ کا تحقیق کے مطابق والدین سے بھی زیادہ ہیں) پھر استاد دینی سے زیادہ حقوق ہیں پیرومرشد کے (حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہٗ النورانی نے تصریح فرمائی ہے دنیا میں پیرومرشد کے حقوق کے ساتھ کسی کے حقوق کی کوئی نسبت ہی نہیں کیونکہ اس کے حقوق حضور سید عالم رسول معظم ﷺ کے نائب ہونے کی حیثیت سے ہیں۔ غور فرمائیے حضور پرنور ﷺ کے نائب ہونے کی وجہ سے مرشد کے حقوق سے کسی کے حقوق کو کوئی نسبت ہی نہیں تو حضور پرنور ﷺ کے حقوق کا کون اندازہ کرسکتا ہے۔ نجد و دیوبند کے عقیدہ سازوں کو والدین کے حقوق سے انکار نہیں کہ آخر یہ سلسلہ توالد و تولد ان کے ہاں بھی ہے، انہیں استاد کے حقوق سے بھی ضد نہیں کہ یہی ان کا ہتھیار ہے۔ انہیں پیرومرشد کے حقوق سے بھی کوئی پرخاش نہیں کہ ان کے ''کاروبار'' میں یہ بھی شامل ہے۔ ہاں کائنات میں جس جگہ ذات ستودہ صفات ﷺ کا احسان سب سے زیادہ ہے، انہیں اسی سے بیر ہے، اسی سے بغض ہے، اور اسی سے لڑائی ہے۔ جن کے اجتماعی اور انفرادی احسانات کی گنتی ہی نہیں، جن کو اللہ نے رحمۃ للعلمین بنایا ہے اور جن کی رحمت سے عالمین کا کوئی ذرہ بے نیاز نہیں، جنہوں نے انسان کو شعور انسانیت سے نواز کر اسے خلافت الٰہیہ کا مژدہ سنایا، اور جن کے لامحدود احسانات میں سے ہم بلکہ سارے انسان بلکہ سارے ذی شعور کسی ایک احسان کا بدلہ بھی نہیں اتار سکتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ کم از کم ان کے احسانات کا اعتراف تو کرتے اور جس طرح بھکاری خیرات دینے والے کے لئے دعا کر دیا کرتے ہیں اتنا تو کرتے، مگر افسوس ان سے یہ بھی نہ ہوا۔ ہاں درود شریف کیا ہے، بھکاری کی دعا ہے جو کائنات بھر کو احسانات سے نوازنے والے محسن و منعم و مربی ﷺ کو دی جاتی ہے۔ اس میں یہ تصور ہے کہ اے آقائے عرب و عجم، اے مولائے عرش و فرش، اے غمگسار بے کس، اے چارہ ساز بے چارگاں (ﷺ) ہم حضور کے احسانات کا بدلا نہیں چکا سکتے ہم عاجز تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ آپ کو اور شان دے، آپ کے خزانوں میں اور برکتیں پیدا فرمائے اور آپ کی عظمت کے پرچم مزید لہرائے، آمین۔ یار لوگوں سے اتنا بھی نہیں ہوسکا اور نہیں ہوسکتا۔ الٹا درود شریف ہی کو اپنے لئے موت کا پیغام بنا بیٹھے ہیں اور ہر ممکن کوشش کرتے ہیں اس کو موقوف کرنے کی۔ اعلیحضرت فرماتے ہیں

دشمنو! محبوب کا حق تھا یہی؟ عشق کے بدلے عداوت کیجیے!

سرور عالم رحمت مجسم ﷺ کے بہت سے احسانات ایسے ہیں جو عیسائی، عیسائی ہونے کے باوجود ہندو ہندو ہونے کے باوجود، سکھ سکھ ہونے کے باوجود، ملحد ملحد ہونے کے باوجود، سائنسدان سائنسدان ہونے کے باوجود اور فلفی فلفی ہونے کے باوجود مانتے ہیں بلکہ بقول اقبال

می توانی منکر یزداں شدن منکر شان نبی نتواں شدن

یعنی اے انسان تو خدا کا منکر تو ہوسکتا ہے (کہ وہ خود نظر نہیں آتا اور عرش و فرش کی وسعتیں جو اس نے پیدا کیں تیرے سامنے پیدا نہیں کیں) مگر حضور ﷺ کا انکار کیونکر کرسکتا ہے۔ (کیونکہ آپ نے جو انقلاب پیدا کیا، تاریخ عالم کا بہترین اور کامل ترین انقلاب ہے اور جس طرح آپ نے انسانی عظمت کی حفاظت کی۔ فکر و شعور کو جلا بخشی، علم و عرفان کی راہیں کشادہ فرمائیں، اس کا انکار عقل و دانش کی روشنی میں کیوں کر ممکن ہے) حق یہ ہے توحید ایک دعویٰ ہے دعویٰ کسی کا محتاج نہیں ہوا کرتا ہے البتہ دعویٰ کو سمجھنے کی کوشش کرنے والے دلیل کے محتاج ہوتے ہیں، دلیل جتنی واضح ہوگی اتنا ہی زیادہ دعویٰ سمجھ میں آئے گا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب کریم علیہ الصلوۃ والسلام کو اپنے جمال کا آئینہ بنا کر اور اپنی الوہیت کی دلیل بنا کر دنیا میں بھیجا تا کہ دعویٰ کو سمجھنے میں کوئی دقت نہ رہے۔

خود تو پردے میں رہے، آئینہ حسن خاص کا بھیج کر انجانوں میں کی راہداری واہ وا

کافر کافر ہونے کے باوجود جس محبوب اعظم ﷺ کے احسانات کا اعتراف کرتا ہے۔ نجد و دیوبند کے فکری سانچے میں ڈھلا ہوا انسان مسلمان کہلانے کے باوجود انہیں نہ دل سے ماننا گوارا نہیں کرتا۔ اکثر یوں بھی ہوتا ہے کہ کافر اس اعتراف میں ڈوب کر راہ ہدایت پا جاتا ہے اور

حلقہ بگوش اسلام ہو جاتا ہے مگر حیف صد حیف منافقت کی گھٹا ٹوپ فضاؤں میں سانس لینے والا زبان سے دل تک کا فاصلہ طے نہیں کر سکتا۔ اور جس طرح اللہ پر کامل ایمان رکھنے والا عزم کئے ہوتا ہے کہ ایمان کی دولت کا سبب بننے والے آقا و مولا علیہ التحیۃ والثناء کی محبت میں جیوں گا اور محبت ہی میں دنیا سے جاؤں گا یونہی نجد و دیوبند کا پروردہ صحبت ذہنی طور پر اور عملی طور پر بغض میں جینے مرنے کا عہد کئے ہوتا ہے۔ میں نے ایک دفعہ مولانا جامی علیہ الرحمہ کے شعر کی پیروی کرتے ہوئے کہا تھا۔

بندہ نفس شدی ترک ادب کن نجدی　　　　که دریں راہ جفا شرم وحیا چیزے نیست

پھر سوچئے کوئی شخص اپنے محسن سے بے وفائی کرے تو اسے نفرت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور اسے ''انسان'' نہ ہونے کا طعنہ دیا جاتا ہے۔ ایک شخص کسی کو بچانے کے لئے جان تک کی بازی لگادے اور یوں بچنے والا اسی بچانے والے کو دشمنوں کے حوالے کردے، کتنی زیادتی ہے پھر سوچئے وہ کتنا بدبخت ہے کہ جو انسانیت کے محسن اعظم ﷺ کے احسانات دیکھنے کے باوجود ان کے دشمنوں سے ساز باز کرتا ہے ایسے شخص کو انسان کہنا لفظ انسان کی توہین ہے۔ اسی لئے اقبال بارگاہ رسالت میں عرض کرتے ہیں

تیری الفت کی اگر ہو نہ حرارت دل میں　　　　آدمی کو بھی میسر نہیں انساں ہونا!

ایک شخص اگر اپنے محسن سے بے وفائی کرتا ہے تو آخر کس لئے؟ یقیناً اس کا ضمیر تو دشمنوں نے خرید لیا ہوتا ہے اور وہ اخلاق وانسانیت کے تمام تقاضوں کو بالائے طاق رکھ کر کسی روپہلی مصلحت اور فوری مفاد کی خاطر ہی دشمنوں کا آلہ کار بنتا ہے۔ نجد و دیوبند کے ''پارساؤں'' نے بھی خوف خدا، شرم نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام اور اسلام کے مفاد سے آنکھیں بند کر کے ہی چند ٹکوں کی خاطر دین ایمان کا سودا کیا۔ نجد کے محمد بن عبدالوہاب کو انگریز جاسوس ہمفرے کی تربیت، عبدالعزیز بن سعود کا برطانیہ سے غلامانہ انداز کا معاہدہ، دلی کے محمد اسمٰعیل قتیل اور سید احمد بریلوی پر انگریزوں کی نوازشات اور دیوبند پر افرنگیوں اور ہندوؤں کی نظر کرم، ہر ایک اس حقیقت کا زندہ ثبوت ہے۔ دین بیچنے والے دین بیچتے رہے اور وہ ملت کو پارہ پارہ کرتے رہے۔ آج عالم اسلام کا جو حال ہے اگر غور کیا جائے تو انہیں کی سودا بازیوں کا کرشمہ ہے ان ظالموں نے ''خود فروشی'' کی جو سنت سیئہ قائم کی تھی اس کا نتیجہ ہے کہ مسلمان ملکوں میں اسی قسم کے غدار پیدا ہوتے رہے جو انہیں کی قسم کی سودا بازیاں کر کے اپنے اپنے ملک کے حاکم بن گئے۔ اور آج اسلام اور مسلمانوں کے لئے وبال جان ہیں۔ حجاز مقدس میں اسلام کے سینکڑوں شعائر مٹائے گئے (کہ شعائر سے ان کے خیال میں شرک پھیلتا تھا) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اسماء گرامی سے منسوب مسجدیں بھی شہید کردی گئیں اور ان کی جگہ شاہی ایوان تعمیر کئے گئے۔ حضور انور ﷺ کے معجزے سے اگنے والے کھجور کے درخت جو اسلام کی صداقت کا ایک ثبوت تھے۔ بیخ و بن سے اکھاڑ دیئے گئے، محبوب کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے ذکر پر پابندیاں عائد کردی گئیں۔ بلکہ جہاں بھی عشق و مستی کی کوئی جھلک نظر آئی اسے ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا گیا۔

'الحقیقہ' بابت نومبر ۲۰۰۳ء کے اداریئے میں ایک شذرے کا عنوان تھا۔ ''شہزادہ عبداللہ زندہ باد'' اس میں سعودی عرب کے ولی عہد شہزادہ عبداللہ کی تقریر کے اقتباسات درج کئے تھے جو انہوں نے پاکستان میں کی۔ دوبارہ دیکھ لیں انہوں نے فرمایا اسلام رواداری اور درمیانی راہ (اعتدال) کا مذہب ہے۔ نفرت کی تجارت کرنے اور اختلافات کو فروغ دینے والے کی اسلام میں کوئی جگہ نہیں ہے۔

شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ اسلامی معاشرے میں جو لوگ رہتے ہیں، وہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمیں انہیں تسلیم کر لینا چاہیے، ہمیں ان کی نیتوں کو ٹٹولنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔ اور نہ ان کے سینے چیر کر دیکھنا چاہیے کہ وہ کیسے مسلمان ہیں شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ جو لوگ اسلام کا دعویٰ کر کے معصوم لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ہم اسلام کی خاطر ایسا کر رہے ہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ اسلام دوسروں کے حقوق تسلیم کرتا ہے۔ شہزادہ عبداللہ نے کہا اب وقت آگیا ہے کہ ہم اپنے معاشروں سے انتہا پسندی کی قوتوں کو ختم کر دیں اور متحد ہو کر ایک جسم بن جائیں اور جب بھی ایک عضو کو تکلیف ہو تو سارا جسم اسے محسوس کرے۔ شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ ہمیں ایک دوسرے کے گلے نہیں کاٹنے چاہییں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کہا ہے کہ سارے انسانوں کو ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے۔ بعد میں ان کو مختلف گروپوں اور نسلوں میں تقسیم کیا گیا تا کہ ان کی پہچان ہو سکے۔

شہزادہ عبداللہ نے کہا 'ہمیں دنیا کے دوسرے ممالک کو بے بنیاد اور غلط نعروں سے اپنے بارے میں گمراہ نہیں کرنا چاہئے۔ شہزادہ عبداللہ نے کہا کہ جہاد صرف جارحیت کے خلاف جائز ہے، اللہ تعالی انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے جو لوگ دنیا کے ساتھ محاذ آرائی چاہتے ہیں، وہ نقصان کے راستے پر ہیں۔ (نوائے وقت: ۲۰ اکتوبر ۲۰۰۳)

بلاشبہ شہزادہ صاحب کے زریں خیالات لائق صد تحسین ہیں کاش وہ ان خیالات کا اظہار پاکستان کے علاوہ سعودی عرب میں بھی کریں اس تلقین کی جتنی ضرورت نجد کے باسیوں کو ہے، کسی کو نہیں۔ اس میں کیا شک ہے ہلاکو خاں نے بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی، عیسائیوں نے صلیبی جنگوں کے دوران بیت المقدس پر قبضہ کرکے مسلمانوں کا قتل عام کیا، بھارت میں مسلمانوں کے خوف سے ہولی کھیلنے کی رسم تازہ ہوتی رہتی ہے۔ ابھی پچھلے دنوں انہوں نے احمد آباد میں کیا کیا تھا مگر وہ تو ہلاکو خاں تھا، عیسائی تھے اور یہ ہندو ہیں سب کے سب اسلام دشمن، ان سے کیا گلہ دور حاضر میں بھی چیچنیا میں، بوسنیا میں افغانستان میں اور اب عراق میں کیا ہوا اور کیا ہو رہا ہے مگر یہ کرنے والے کون ہیں۔ توحید کے منکر، خدا کے باغی 'ملت کے اعداء' کافر اور مشرک۔ مگر موجودہ سعودی حکومت نے برسر اقتدار آتے وقت طائف میں پھر حرم کعبہ میں اور پھر حرم مدینۃ النبی میں جو خون کی ندیاں بہائی تھیں، ان کا ذمہ دار کون ہے۔ کیا طائف اور حرمین شریفین کے باسی کلمہ توحید کے منکر ہوگئے تھے، کیا انہوں نے اسلام کو معاذ اللہ مسترد کر دیا تھا۔ کیا ان پر اپنے پیارے نبی ﷺ کی بغاوت کا الزام تھا؟ آخر کس جرم کی پاداش میں ہزاروں دوشیزاؤں کے سہاگ لوٹے گئے، ہزاروں جوانوں کو تلوار کے گھاٹ اتارا گیا اور ہزاروں بچوں کو لاوارث ویتیم کیا گیا۔ کیا حرمین شریفین پر ظلم کی یہ تلوار یزید پلید کے بعد کسی کو اٹھانے کی جرات ہوئی تھی۔

زمانہ ساز حکایات چھیڑنے والو　　　زمانہ سوز روایات کون بدلے گا!

چلو شہزادہ صاحب، یہ آپ کے ہوش میں آنے سے یا شاید پیدائش سے بھی پہلے کے واقعات ہیں اور اس وقت امت مسلمہ کے ان قاتلوں میں کوئی آپ جیسا روشن خیال نہیں تھا جو نہیں سمجھا تا، اسلام رواداری اور اعتدال کا دین ہے، اس میں تشدد کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اور اسلامی معاشرے میں جو لوگ رہتے ہیں وہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمیں تسلیم کرنا چاہیے، ہمیں ان کی نیتوں کو ٹٹولنے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے۔ اور نہ ہی ان کے سینے چیر کر دیکھنا کہ وہ کیسے مسلمان ہیں۔

ہاں آپ نے سوچ سمجھ کر یہ بات کی ہے یا یونہی کچھ الفاظ خوش طبعی کے طور پر آپ کی زبانِ مبارک سے نکل گئے ہیں۔ اگر واقعی آپ اس میں سنجیدہ ہیں تو یہی بات آپ اپنے ملک میں کہنے کے لئے تیار ہیں اور ذرائع ابلاغ پر یہی پیغام کارکنان حکومت اور نجد کے رہزن مزاج مفتیوں کے نام نشر کرنے کے لئے تیار ہیں کیا اس وقت آپ کی حکومت کے ذمہ دار لوگ محض میلاد کے انعقاد پر اور بعض دفعہ محض مل کر نعت شریف پڑھنے پر ہی لوگوں کو قید و بند کی صعوبتوں سے دوچار نہیں کر دیتے ہیں اپنے نبی کریم ﷺ کا میلاد منانے والے کیا کہیں باہر سے آئے ہیں۔ کیا آپ کے خاندان کے دور حکومت سے پہلے یہاں حرمین شریفین میں میلاد شریف نہیں ہوتا تھا، جن قبروں پر بلڈوزر چلائے گئے، آخر انہیں بنانے والے اور ان پر قلعے تعمیر کرنے والے کون حضرات تھے۔ کیا آپ سے پہلے حرمین شریفین میں سب مشرک ہی تھے اور اے نجد کی منحوس سرزمین کے باسیو اگر تمہیں قبے خلاف اسلام نظر آتے تھے تو انہیں مسمار کرتے، قبروں کی بے حرمتی کیوں کی گئی۔ آپ جب وسیع النظری کی یہ تلقین فرما رہے ہیں تو بتائیے ملت اسلامیہ کی ان قیمتی یادگاروں کے ضیاع کی تلافی کرنے کا خیال بھی آیا۔ یہ تو تاریخ کا عظیم سرمایہ تھا جسے عیسائیوں یہودیوں نے نہیں اور مشرکوں ملحدوں نے نہیں ہاں کسی غیر نے نہیں آپ کے خاندان نے لوٹا اور بہت بری طرح لوٹا۔ کیا آپ ان سے اور کچھ نہیں تو اظہار پشیمانی و توبہ کرا سکتے ہیں؟ اگر آپ کے وعظ کا اثر خود آپ پر بھی نہ ہوا تو دوسرا کون ان پر کان دھرے گا بلکہ ان خوبصورت الفاظ کی حیثیت ہی کیا رہ جائے گی حضرت اقبال نے اسی پس منظر میں فرمایا تھا نا۔

اقبال بڑا اپدیشک ہے من باتوں میں موہ لیتا ہے　　　گفتار کا غازی تو یہ بنا کردار کا غازی بن نہ سکا

اس وقت کو پھر یاد کیجیے جب آپ کے مورث اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور دیگر محسنین کی قبروں کی بے حرمتی کر رہے تھے اور عالم اسلام بے چین ہو رہا تھا دل خون کے آنسو رو رہے تھے۔ مسلمانوں کے پاس سسکیوں اور آہوں کے سوا اپنے جذبات کا اظہار کے کوئی ذریعہ

نہیں تھا۔ بڑے بڑے علماء ابن سعود کوتاردے رہے تھے۔ کہ آپ کا یہ اقدام کتاب وسنت کے خلاف ہے۔ اور اگر کوئی اس سلسلے میں بات کرنا چاہتا ہے تو ہم حاضر ہیں مگر افسوس کسی معقول سے معقول بات کی طرف بھی توجہ نہیں کی اور دھونس دھاندلی کے ساتھ حکومت کے نشے میں دھت ہوکر وہ کچھ کیا جو امت کا گنہگار سے گنہگار فرد بھی نہیں کرسکتا۔ چند جنم کے اندھوں کی من مانی کو کتاب وسنت کا فیصلہ بتا کر امت مسلمہ کے کروڑوں افراد کے دلوں کو مجروح کیا گیا اور یہ سمجھ ہی نہ آئی کہ آخر یہ بھی مسلمان ہیں۔ ایمانداری کے ساتھ بتائیے کیا یہ حدیث پاک نہیں سنی تھی کہ حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں۔

" ان الله لا يجمع امتى اوقال امة محمدٍ على ضلالة و يد الله على الجما عته ومن شذ شذ فى النار " (ترمذی)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ میری امت کو (یا فرمایا امت محمد ﷺ کو) گمراہی پر جمع نہیں فرمائے گا اور اللہ کا دست (قدرت) جماعت پر ہوتا ہے اور جو جماعت سے الگ ہوگیا وہ تنہا آگ میں ڈالا جائے گا۔

پھر کیا یہ حدیث پاک نظر سے نہیں گزری تھی (کہ حضور ﷺ فرماتے ہیں)

" اتبعوا السواد الاعظم فا نه من شذ شذ فى النا ر " (ابن ماجہ)

ترجمہ: سواد اعظم (بڑی جماعت) کی پیروی کرو، بیشک جس نے سواد اعظم کو چھوڑا وہ تنہا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

امت کا بڑا گروہ کون ہے اور جس وقت طائف، حرمین شریفین میں مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہایا جارہا تھا اس وقت اس قتل عام کے حق میں کتنے تھے اور مخالف کتنے

پھر کیا یہ حدیث پاک بھی مطالعے میں نہیں آئی (کہ ارشاد نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہے)

"من فا رق الجما عة شبرا فقد خلع ربقة الاسلا م من عنقه" (احمد، ابوداؤد)

ترجمہ: جو جماعت سے ایک بالشت بھی ہٹا، اس نے اسلام کا پٹا اپنی گردن سے اتار دیا۔

پھر یہ حدیث پاک کتنی واضح ہے (حضور پرنور ﷺ کا ارشاد عالی ہے)

" ان الشيطٰن ذئب الانسان كذئب الغنم يا خذ الشا ذة و القا صية و النا حية و ايا كم و الشعاب و عليكم بالجماعة و العا مة"

ترجمہ: بے شک شیطان انسانوں کا بھیڑیا ہے جیسے بکریوں کا بھیڑیا الگ اور دور اور کنارے والی کو پکڑتا ہے تم گھاٹیوں سے بچو۔ جماعت اور عام لوگوں کے ساتھ رہو۔

شہزادہ صاحب، انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دیجئے، فرمائیے وہ کون لوگ ہیں جو مسلمانوں کی اتنی واضح ترین اکثریت سے ہٹ گئے اور پھر شیطان کے قابو آگئے جس نے ان سے کرایا جو کرایا، جن قبروں پر دعا کرنے رات کو اٹھ اٹھ کر بھی خود سرور عالم ﷺ جنت البقیع تشریف لے جاتے تھے، انھیں مسمار اور نیست ونابود کرنا کیا کسی مؤمن کو گوارا ہوسکتا ہے؟ ہاں یہ کام حضور پرنور ﷺ کا سب سے بڑا دشمن شیطان ہی کراسکتا تھا، اسی نے اپنے بندوں سے کرایا۔ پھر یہ سب کچھ اس بے بنیاد وہم کی بنا پر کیا گیا کہ عرب خصوصاً حرمین شریفین کے لوگ مشرک ومرتد ہوگئے، ان کا قتل جائز اور ان کا مال لوٹنا مباح ہے۔

ہاں ہاں آپ نے حق فرمایا ہے کہ 'اسلامی معاشرے میں جو لوگ رہتے ہیں، وہ اگر مسلمان ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو پھر ہمیں انھیں تسلیم کرنا چاہئے، ہمیں ان کی نیتوں کو ٹٹولنے کی کوشش نہیں کرنا چاہئے' بالکل ایسا ہی ہونا چاہئے، مگر فرمائیے یہ لوگ کیا اسلام کا دعویٰ نہیں کرتے تھے جنھیں تہ تیغ کیا گیا تھا اور جن کے مال لوٹے گئے تھے، اور کیا اب آپ کے دور ولی عہد میں اس پر عمل ہو رہا ہے۔ امت میں اختلاف کا ہونا ناممکن نہیں، ممکن ہے بلکہ امتیوں کا مرکز امت سے تعلق قائم ہو تو اختلاف حنفی شافعی اختلاف کی طرح رحمت بھی بن جاتا ہے۔ مگر جب مرکز اسلام ﷺ کی پرواہ ہی نہ کی جائے اور کتاب وسنت کے واضح ارشادات، تصریحات وتنبیہات کے برعکس سارا نظام فکر وعمل ہی ایجاد بندہ ہو تو یقین کیجئے یہ اسی مغرور ومتکبر ملعون کے زیر اثر وہدایت ہو رہا ہے جس نے خلیفہ اول کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا۔

فضائل مدینہ منورہ

قرآن و حدیث کی روشنی میں

محقق دوراں حافظ محمد نصر اللہ حسینی آسوی ﴿مدینہ شریف﴾

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مدینۃ الرسول ﷺ قرآن کریم کی روشنی میں

وقل رب ادخلنی مدخل صدق واخر جنی مخرج صدق وجعل لی من لد نک سلطانا نصیرا.

ترجمہ: اور یوں عرض کرو! اے میرے رب مجھے سچی طرح داخل کر اور سچی طرح باہر لے جا اور مجھے اپنے طرف سے مددگار غلبہ دے۔ (سورہ بنی اسرئیل آیت:۸۰)

زید بن اسلم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: مدخل صدق سے مدینہ منورہ ہے اور مخرج صدق سے مکہ مکرمہ ہے۔ (وفاء الوفا ۱/۲۲)

والذین ھا جروا فی اللہ من بعد ما ظلموا لنبو ئنھم فی الدنیا حسنۃ ولا جر ا لا خرۃ اکبر.

ترجمہ: اور جنہوں نے اللہ کی راہ میں اپنے گھر بار چھوڑے مظلوم ہو کر ضرور ہم انہیں دنیا میں اچھی جگہ دیں گے اور بیشک آخرت کا ثواب بہت بڑا ہے۔ (سورۃ النحل آیت ۴۱)

یہاں مبائۃ حسنۃ سے مراد ہے مدینہ منورہ ہے کہ اس میں حسی اور معنوی خوبیاں پائی جاتی ہیں۔ (وفاء الوفا/۱۴)

جب حسنہ سے مراد مدینہ منورہ ہے تو (**ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ**) کا معنی یہ ہوا کہ اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی مدینہ منورہ نصیب ہو اور ہماری موت بھی یہیں ہو۔

خاک مدینہ پر مجھے اللہ موت دے　　وہ مردہ دل ہے جس کو نہ ہو زندگی عزیز　　(حسن)

دنیا میں ہر آفت سے بچانا مولیٰ عقبیٰ میں نہ کچھ رنج دکھانا مولیٰ

بیٹھوں جو در پاک پیمبر کے حضور ایمان پر اس وقت اٹھانا مولیٰ　　(اعلحضرت)

مفتی احمد یار خاں صاحب فرماتے ہیں! اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض لحاظ سے مدینہ منورہ مکہ معظمہ سے افضل ہے کیونکہ افضلیت تو حضور کے قدم سے وابستہ ہے۔

والذین تبو ئو الدار و الا یمان من قبلھم یحبون من ھاجر الیھم

ترجمہ: اور جنہوں نے پہلے سے اس شہر اور ایمان میں گھر بنا لیا دوست رکھتے ہیں انہیں جو ان کی طرف ہجرت کر کے گئے۔ (سورۃ الحشر آیت:۹)

یہاں دار اور ایمان سے مراد مدینہ منورہ ہے۔ (وفاء الوفا ۱/۱۱)

رسول اللہ ﷺ کا محبوب ترین شہر مدینہ منورہ احادیث کی روشنی میں

عن عائشة رضی الله عنها قالت: لما قدم رسول الله صلی الله علیه وسلم المدینة وعک ابو بکر و بلال فجئت رسول الله ﷺ فاخبرته فقال : اللهم حبب الینا المد ینة کحبنا مکة او اشد وصححهاوبارک لنافی صاعهاو مد ها و انقل حماهافا جعلها بالجحفة

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابوبکر اور حضرت بلال رضی اللہ عنہما کو بخار آ گیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کو خبر دی تو آپ نے یوں دعا کی۔ اے اللہ! جس طرح تو نے ہمارے نزدیک مکہ محبوب کیا ہے مدینہ کو بھی اسی طرح محبوب کر دے یا اس بھی زیادہ محبوب کر دے اور مدینہ کو صحت کی جگہ بنا دے اور اس کے صاع اور مد میں برکت عطا فرما اور یہاں کے بخار کو منتقل کر کے جحفہ میں بھیج دے۔ (بخاری شریف، مسلم شریف)

رسول اللہ ﷺ کی یہ تمام دعائیں قبول ہوئیں چنانچہ آج بھی ہر مسلمان کو بمقابلہ مکہ مکرمہ کے مدینہ منورہ زیادہ پیارا ہے اور مدینہ پاک کی آب و ہوا بہت ہی صحت بخش ہے حتیٰ کہ وہاں کی خاک خاک شفا کہلاتی ہے وہاں کی روزی میں بڑی برکت ہے۔ جحفہ حرمین طیبین کے درمیان چھوٹی سی بستی ہے جہاں اس سے زمانہ میں یہود آباد تھے اب بھی وہاں کی آب و ہوا نرا بخار ہے کہ اگر پرندہ وہاں سے گزر جائے تو بیمار پڑ جاتا ہے یہ حدیث امام مالک کی دلیل ہے مدینہ منورہ افضل ہے۔

عن انس رضی الله عنه قال: ان النبی صلی الله علیه وسلم اذا قدم من سفر فنظر الی جدرات المدینه اوضع راحلته و ان کان علی دابة حر کها من حبها.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے آتے اور مدینہ پاک کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری کو تیز فرما دیتے اور اگر گھوڑے پر ہوتے تو اسے ایڑی لگاتے مدینہ کی محبت کی وجہ سے۔ (بخاری حدیث ۱۸۸۶ کتاب فضائل المدینہ مشکوۃ حدیث ۲۷۴۴ کتاب المناسک باب حرم المدینہ)

عن یحی بن سعید رضی الله عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ماعلی الارض بقعة احب الی ان یکون قبری بها منها ثلاث مرات.

ترجمہ: حضرت یحییٰ بن سعید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: زمین کا کوئی حصہ ایسا نہیں جہاں مجھے اپنی قبر کا ہونا اس جگہ سے زیادہ پیارا ہو یہ کلمہ تین بار فرمایا۔ (رواہ مالک مرسلاص ۴۶۲ مشکوۃ حدیث ۲۷۵۷ کتاب المناسک باب حرم المدینہ)

۔یعنی مجھے زمین مدینہ میں دفن ہونا اس قدر پیارا ہے کہ اور جگہ شہادت بھی اتنی پیاری نہیں میں یہاں کا دفن ہونا بہت ہی پسند کرتا ہوں۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مدینہ کی موت مکہ معظمہ کی موت سے افضل ہے اسی لئے عاشق یہ تمنا کرتے ہیں۔

خاک مدینہ پر مجھے اللہ موت دے
وہ مردہ دل ہے جس کو نہ ہو زندگی عزیز (حسن)

یہی عرض ہے خالق ارض وسما وہ رسول ہیں تیرے میں بندہ تیرا
مجھے ان کے جوار میں دے وہ جگہ کہ ہے خلد کو جس کی صفا کی قسم (اعلیٰ حضرت)

مدینہ منورہ کی موت پر خصوصی شفاعت:

عن ابن عمر رضی اللہ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من استطاع ان یموت بالمدینۃ فلیمت بھا فانی اشفع لمن یموت بھا

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو مدینہ میں مر سکے وہ وہاں ہی مرے کیونکہ میں مدینہ میں مرنے والوں کی شفاعت کروں گا۔ (ترمذی حدیث ۳۹۱۷ کتاب المناقب باب ماجائی فضل المدینہ مشکوۃ حدیث ۲۷۵۰)

(کتاب المناسک باب حرم المدینہ)

ظاہر یہ ہے کہ یہ بشارت اور ہدایت سارے مسلمانوں کو ہے نہ کہ صرف مہاجرین کو یعنی جس مسلمان کی نیت مدینہ پاک میں مرنے کی ہو وہ کوشش بھی وہاں ہی مرنے کی کرے کہ خدا نصیب کرے تو وہاں ہی قیام کرے خصوصاً بڑھاپے میں اور بلاضرورت مدینہ پاک سے باہر نہ جائے کہ موت و مدفن وہاں ہی کا نصیب ہو حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دعا کیا کرتے تھے کہ مولیٰ مجھے اپنے محبوب کے شہر میں شہادت کی موت دے۔ (بخاری حدیث ۸۱۹۰)

ان کی یہ دعا قبول ہوئی شفاعت سے مراد خصوصی شفاعت ہے گناہگاروں کے سارے گناہ بخشوانے کی شفاعت اور نیک کاروں کے بہت درجے بلند کرنے کی شفاعت ورنہ حضور ﷺ تو ساری امت کے شفیع ہیں۔

طیبہ میں مر کے ٹھنڈے چلے جاؤ　　آنکھیں بند سیدھی سڑک یہ شہر شفاعت نگر کی ہے
عاصی بھی چھپتے یہ طیبہ ہے زاہدو　　مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر وشر کی ہے
گر وقت اجل سر تیری چوکھٹ پہ جھکا ہو　　جتنی ہو قضا ایک سجدہ میں ادا ہو

اس سے اشارۃً معلوم ہوا جو شخص مدینہ پاک میں مرنے وہاں دفن ہونے کی کوشش کرے وہ انشاءاللہ ایمان پر مرے گا کیونکہ اس کے لئے شفاعت خاص کا وعدہ ہے اور شفاعت صرف مومن کی ہو سکتی ہے۔

خاک مدینہ پر مجھے اللہ موت دے　　وہ مردہ دل ہے جس کو نہ ہو زندگی عزیز
اس در کی خاک پر مجھے مرنا پسند ہے　　تخت شاہی پہ کس کو نہیں زندگی عزیز　　(حسن)

مکہ افضل ہے یا مدینہ؟:

شارح بخاری علامہ قسطلانی فرماتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا!

لا یقبض النبی ﷺ الا فی احب الا مکنۃ الیہ

ترجمہ: نبی پر اس جگہ موت طاری کی جاتی ہے جو جگہ نبی کو سب سے زیادہ محبوب ہوتی ہے۔

(مسند ابویعلیٰ عن ابی بکر رضی اللہ عنہ (وفا الوفاء ۱/۳۲)

اور جو جگہ نبی کریم ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہے وہ اللہ تعالیٰ کو بھی سب سے زیادہ محبوب ہے کیونکہ نبی ﷺ کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع ہے اور جو جگہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کو سب سے زیادہ محبوب ہوگی وہی جگہ سب سے زیادہ افضل ہوگی۔ اس سے ثابت ہوا کہ مدینہ منورہ بشمول مکہ تمام شہروں سے افضل ہے اور مدینہ منورہ کیوں نہ افضل ہو جبکہ رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے یہ دعا کی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام تیرے بندے، تیرے خلیل، تیرے نبی ہیں اور میں تیرا بندہ اور تیرا نبی ہوں انہوں نے مکہ مکرمہ کے لئے دعا کی تھی میں ان کی دعاؤں کے برابر اور اس سے ایک مثل زائد مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں (یعنی مدینہ میں مکہ سے دوگنی برکتیں نازل فرما) (مسلم ۱۳۷۳ مشکوۃ

کتاب المناسک باب المدینۃ ۲۷۳۱)

اوراس میں کیا شک ہے کہ نبی ﷺ کی دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا سے افضل ہے کیونکہ دعا کا مرتبہ دعا کرنے والے کے اعتبار سے ہوتا ہے اور حدیث صحیح میں ہے کہ نبی ﷺ نے دعا کی ۔اے اللہ! جس طرح تو نے ہمارے نزدیک مکہ محبوب کیا ہے مدینہ کو بھی اس طرح محبوب کر دے یا اس سے بھی زیادہ محبوب کردے۔ (بخاری شریف و مسلم شریف)

اور آپ کی دعا قبول ہوئی کیونکہ بخاری کی روایت ہے:۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب سفر سے آتے اور مدینہ پاک کی دیواروں کو دیکھتے تو اپنی سواری کو تیز فرما دیتے اور اگر گھوڑے پر ہوتے تو اسے ایڑی لگاتے مدینہ کی محبت کی وجہ سے۔ (بخاری شریف و مسلم شریف)

نیز حاکم کی روایت ہے۔

اللھم انک اخر جتنی من احب البقا ع الی فاسکنی فی احب البقا ع الیک .

ترجمہ: اے اللہ! تو نے مجھے اس شہر سے ہجرت کا حکم دیا ہے جو مجھے سب سے زیادہ محبوب تھا اب مجھے اس شہر میں بسانا جو تجھے سب سے زیادہ محبوب ہو۔ (وفاءالوفا۱/۳۴)

اس سے معلوم ہوا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک تمام شہروں سے زیادہ مدینہ محبوب ہے۔

اس استدلال پر یہ سوال کیا جاتا ہے کہ اس حدیث کے معارض یہ حدیث ہے۔

ان مکة خیر بلا د الله

تمام شہروں سے مکہ بہتر ہے۔

ان مکة احب ار ض الله الی الله

ترجمہ: اللہ کے نزدیک مکہ تمام روئے زمین سے زیادہ محبوب ہے۔

علامہ سمہودی ان احادیث کے جواب میں فرماتے ہیں کہ یہ احادیث ہجرت سے پہلے کے زمانہ پر محمول ہیں کیونکہ آپ کی ہجرت سے پہلے مکہ سب سے زیادہ محبوب تھا اور آپ کی ہجرت کے بعد مدینہ سب سے زیادہ محبوب ہو گیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ پر مدینہ میں اقامت فرض کی اور آپ نے اپنی امت کو مدینہ میں رہنے اور وہیں مرنے پر ابھارا، پس مدینہ کیونکر افضل نہ ہوگا۔

حضرت امام مالک سے پوچھا گیا آپ مکہ میں رہنا پسند کریں گے یا مدینہ میں؟

امام صاحب نے فرمایا میں مدینہ کو کیوں نہ ترجیح دوں کہ اس کے ہر راستہ پر حضور چلے ہیں اور جبریل نازل ہوئے ہیں طبرانی میں ہے۔

المدینة خیر من مکة

ترجمہ: مدینہ مکہ سے بہتر ہے۔

المدینه افضل من مکة

اور جندی کی روایت ہے مدینہ مکہ سے افضل ہے اس کے علاوہ بخاری و مسلم کی یہ حدیث بھی مدینہ کے افضل ہونے پر دلالت کر رہی ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مجھے اس بستی کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا ہے جو تمام بستیوں کو کھا جاتی ہے لوگ اسے یثرب کہتے ہیں اور وہ مدینہ ہے وہ برے لوگوں کو اس طرح دور کرتا ہے جیسے لوہار کی بھٹی لوہے کے میل کچیل کو نکال پھینکتی ہے۔

علامہ سمہودی فرماتے ہیں قاضی عبدالوہاب نے کہا اس حدیث میں اس کی تصریح ہے کہ مدینہ تمام بستیوں کے فضائل کو جامع ہے۔
ابن منیر نے کہا کہ مدینہ کے فضائل تمام بستیوں کے فضائل پر غالب ہیں۔
علامہ قسطلانی فرماتے ہیں: میں نے مدینہ کو مکہ سے افضل قرار دینے میں طویل بحث کی ہے حالانکہ ہمارے امام، امام شافعی یہ کہتے ہیں کہ مکہ مدینہ سے افضل ہے لیکن بات یہ ہے کہ ہر شخص ایسی جگہ کو افضل کہتا ہے جہاں اس کا محبوب ہوتا ہے۔ (مواہب الدنیا ۲/۳۹۶)

قبر انور کعبہ اور عرش سے افضل ہے

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

لا خلا ف ان موضع قبره افضل بقا ع الارض (شفاء شریف ۹۱۲)

علامہ نورالدین السمہودی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں!

قد انعقد ا لا جماع على تفضل ما ضم الا عضا ء الشر يفة حتى على الكعبة المنيفة بل نقل تا ج السبكى عن عقيل الحنبلى ان تلك البقعة افضل من العرش.

ترجمہ: اس بات پر اجماع ہے کہ نبی ﷺ کی قبر مبارک کائنات کی ہر جگہ سے افضل ہے حتیٰ کہ کعبہ اور عرش سے بھی افضل ہے۔
(وفاء الوفا ۱/۲۸)

اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ روضہ انور کے بعد مکہ اور مدینہ تمام شہروں سے افضل ہیں اور اس پر بھی اتفاق ہے کہ خانہ کعبہ مدینہ منورہ کی بستی سے افضل ہے مگر اختلاف اس میں ہے کہ شہر مکہ اور شہر مدینہ ان میں آپس میں کون افضل ہے تین آئمہ تو فرماتے ہیں مکہ مکرمہ کا شہر شہر مدینہ سے افضل ہے کیونکہ وہاں حج ہوتا ہے اور اس کو حضرت خلیل علیہ السلام نے آباد کیا اور اس کے لئے دعائیں کیں مگر امام امالک فرماتے ہیں کہ شہر مدینہ شہر مکہ سے افضل ہے اس کی دلیل یہ ہے۔
(ا) رب تعالیٰ نے فرمایا:

لا اقسم بهذ البلد وانت حل بهذ البلد

ترجمہ: مجھے اس شہر کی قسم کہ اے محبوب تم اس شہر میں تشریف فرما ہو۔ (سورہ بلد)

اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ جہاں تشریف فرما ہوں وہ جگہ افضل ہے تو ہجرت سے پہلے مکہ افضل اور ہجرت کے بعد مدینہ پاک افضل۔
مکہ مکرمہ کو خلیل اللہ نے آباد کیا مگر مدینہ پاک کو حبیب اللہ نے آباد کیا اگر مکہ کے لئے خلیل اللہ نے دعائیں کیں تو مدینہ کے لئے حبیب اللہ نے دعائیں کیں اور مکہ میں بے شک خانہ کعبہ مقام ابراہیم صفا مروہ آب زمزم اور میدان عرفات ہے لیکن مدینہ میں وہ دولہا ہیں جس کے دم قدم سے یہ ساری رحمت کی برسات ہے۔

ہوتے کہاں خلیل و بنا کعبہ و منیٰ — لولاک والے صاحبی سب تیرے گھر کی ہے

مکہ میں اگر کعبہ ہے تو مدینہ میں کعبہ کا بھی کعبہ ہے جس نے کعبہ کو بتوں سے پاک کر دیا کعبہ میں حج ہوتا ہے لیکن قبولیت کی مہر مدینہ سے لگتی ہے۔

حاجیو آؤ شہنشاہ کا روضہ دیکھو — کعبہ تو دیکھ چکے اب کعبہ کا کعبہ دیکھو
جمعہ مکہ عید تھا اہل عبادت کے لئے — مجرمو آؤ یہاں عید دوشنبہ دیکھو
غور سے سن تو رضا کعبہ سے آتی ہے صدا — میری آنکھوں سے میرے پیارے کا روضہ دیکھو

مکہ مکرمہ فرش والوں کا حج ہوتا ہے اور مدینہ پاک میں عرش والے فرشتوں کا حج ہوتا ہے کہ ستر ہزار صبح اور ستر ہزار شام کو ملائکہ روضہ پاک پر

حاضر ہوتے ہیں اور اس کو گھیر کر صلاۃ وسلام پڑھتے ہیں پھر مکہ مکرمہ میں حج تو سال میں ایک بار ہوتا ہے مگر مدینہ کا حج جو فرشتے کرتے ہیں وہ ہر روز صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک ہوتا ہے مکہ میں اگر حج ہے تو مدینہ میں بھی مسجد نبوی شریف میں نماز ادا کرنے سے حج کو ثواب ملتا ہے مکہ میں اگر عمرہ ہے تو مدینہ میں بھی مسجد قبا میں نماز ادا کرنے سے عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔ مکہ میں اگر حجر اسود ہے جو جنتی پتھر ہے تو مدینہ میں احد پہاڑ ہے جو جنتی پہاڑ ہے اور ریاض الجنہ ہے مکہ میں اگر آب زمزم ہے جس کے پانی سے رسول اللہ کے قلب اطہر کو معراج کی رات غسل دیا گیا تو مدینہ میں بئر غرس ہے جو جنتی کنواں ہے جس کے پانی سے رسول اللہ ﷺ کو بعد از وصال غسل دیا گیا اگر مکہ کے آب زمزم میں شفا ہے تو مدینہ کی کھجور عجوہ اور مدینہ کی خاک میں شفا ہے اگر مکہ خلیل اللہ نے حرم بنایا تو مدینہ کو رسول اللہ ﷺ نے حرم بنایا مکہ میں اگر ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے تو ہر بدی کا گناہ بھی ایک لاکھ ہے۔ مدینہ میں ہر نیکی کا ثواب ایک ہزار سے شروع ہو کر دس لاکھ تک پہنچتا ہے اور بدی کا گناہ صرف ایک بدی وہ بھی اگر باقی رہے ورنہ امید ہے کہ حضور کی شفاعت سے معاف ہے۔

مکہ نہیں کہ جانچ جہاں خیر و شر کی ہے　　　عاصی بھی جیتے یہ طیبہ ہے زاہدو

اور مدینہ ہی وہ شہر ہے جہاں دجال اور طاعون داخل نہیں ہو سکتے اور یہی وہ سرزمین ہے جس کی مٹی سے رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین پیدا کئے گئے

امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:۔

خطیب نے کتاب المتفق والمفترق میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے۔ کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر بچہ کے ناف میں اس مٹی کا حصہ ہوتا ہے جس سے وہ بنایا گیا، یہاں تک کہ اسی میں دفن کیا جائے اور میں اور ابوبکر و عمر ایک مٹی سے بنے، اسی میں دفن ہوں گے۔ (فتاویٰ افریقہ ص۱۰۰ تبیان القرآن ۳/۱۳۹، وفاالوفا ۱/۳۲ کتاب الوفا ص ۲۷)

مدینہ میں مکہ سے چار گنا زیادہ برکتیں

عن انس رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ اللھم اجعل بالمدینۃ ضعفی ماجعلت بمکۃ من البرکۃ

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے چار گنا برکتیں زیادہ کر دے۔ (بخاری حدیث ۱۸۸۵ مسلم ۱۳۶۹، مشکوٰۃ حدیث ۲۷۵۵)

ضعفین ضعف کا تثنیہ ہے اور ضعف کا معنیٰ دوگنا ہے لہذا ضعفین کا معنیٰ ہے چار گنا اور جو ضعفین کا ترجمہ دوگناہ کرتے ہیں وہ لغت کے لحاظ سے غلط ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی یہ دعا دین اور دنیا کی تمام برکتوں کو شامل ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے برکت کے لفظ کو کسی قید کے ساتھ قید نہیں فرمایا اور اللہ تعالیٰ کی رحمت میں عموم اور شمول ہی مناسب ہے اور رسول اللہ ﷺ نے جو مدینہ کے مکہ سے زیادہ محبوب ہونے کی دعا فرمائی ہے اس کا بھی یہی تقاضا ہے۔

بعض لوگوں نے کہا اس دعا سے مراد دنیا کی برکتیں ہیں لیکن یہ غلط ہے کیونکہ آپ ﷺ نے فرمایا ہے ''کہ مکہ میں جو برکتیں ہیں ان کو مدینہ میں چوگنا کر دے اور مکہ میں دنیاوی برکت پر کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ مکہ کے صاع اور مد میں برکت اور زیادتی کا ثبوت نہیں ہے بلکہ نمازوں کے اجر میں زیادتی کا ثبوت ہے اس لئے دعا کا ثمرہ یہی ہے کہ مکہ میں نمازوں کا جتنا اجر ہوتا ہے مدینہ میں اس کا چار گناہ زیادہ ہو جائے۔

علامہ قاضی ابوالید باجی فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا!

''اے اللہ میں تجھ سے مدینہ کے لئے ان چیزوں کی دعا کرتا ہوں جن چیزوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مکہ کے لئے دعا کی تھی اور اس سے ایک مثل زائد مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں''

علامہ باجی فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں اس بات کی دلیل ہے کہ مدینہ مکہ سے افضل ہے کیونکہ مدینہ کے لئے آپ نے دگنی دعائیں اسی لئے فرمائی ہیں کہ اس کو وہ فضیلت حاصل ہوجائے جس سے مکہ قاصر ہے وجہ استدلال یہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بالخصوص اہل مکہ کی دنیا کے لئے دعا مانگی اور کہا ''اہل مکہ کو پھل عطا فرما، اور نبی ﷺ نے اہل مدینہ کے لئے اس کی دعا کی ہے اور اس کے ساتھ اس کی ایک اور مثل بھی مانگی ہے اور اس دوسری مثل سے ہوسکتا ہے اہل مدینہ کی آخرت کے لئے دعا ہو اور مدینہ میں بھی نیکیاں اسی طرح دوگنی ہوجائیں جس طرح مکہ میں ہوتی ہیں۔

علامہ باجی مالکی کے اس اقتباس سے واضح ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے لئے برکت کی دعا کی ہے اس سے مراد عام ہے دینی برکت ہو یا دنیاوی برکت اور صحیح بخاری میں چونکہ یہ الفاظ ہیں ''اے اللہ! مدینہ میں مکہ سے چار گنا برکتیں زیادہ کردے۔''

اس دعا کا مطلب یہ ہے کہ اگر مسجد حرام میں ایک نماز پر ایک لاکھ نمازوں کا اجر ملتا ہے تو مسجد نبوی میں ایک نماز پر چار لاکھ نمازوں کا اجر ملے گا۔ اہل محبت کا یہی مختار ہے۔

مدینہ منورہ میں ایک نماز کا ثواب: مکہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے اس میں کمی بیشی نہیں لیکن مدینہ میں روز بروز ثواب میں زیادتی ہوتی رہی ایک ہزار سے شروع ہوکر پچاس ہزار دولاکھ چار لاکھ یہاں تک کہ ایک نماز کا ثواب دس لاکھ نماز کے برابر ہوگیا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی دعا سے ثواب دن بدن بڑھتا رہا اور یہ تمام تعداد حدیث پاک سے ثابت ہے اور ہمارا صرف ایک حدیث پر نہیں تمام حدیثوں پر ایمان ہے۔

دوسری بات یہ کہ نمازوں کا یہ ثواب اخلاص اور محبت پر منحصر ہے جس میں جتنا اخلاص اور عشق ہوگا اتنا ہی اس کو ثواب ملے گا جو کہتے ہیں کہ صرف ایک ہزار کا ثواب ملتا ہے وہ بھی سچ کہتے ہیں ان میں اخلاص ہی اتنا ہوگا۔ ایک حدیث میں ایک ہزار نماز کا ثواب ہے۔ (بخاری حدیث ۱۱۹۰) دوسری حدیث میں پچاس ہزار نماز کا۔ (ابن ماجہ حدیث ۱۴۱۳)

ہمارا ان تمام احادیث پر ایمان ہے اور یہ ابتدائی زمانہ کی بات ہے اور بیان کردہ احادیث سے جس میں رسول اللہ ﷺ کی اہل مدینہ کے لئے برکت کی دعا کا ذکر ہے دولاکھ اور چار لاکھ کا ثواب معلوم ہوتا ہے۔

دس لاکھ نماز کا ثواب:

عن ارقم رضی اللہ عنہ انہ فقال: جئت رسول اللہ ﷺ فقال لی این ترید؟ فقلت الی بیت المقد س فقال الی تجارة؟ فقلت لا، ولکن اردت ان اصلی فیہ فقال: صلاة ھا ھنا . یر ید المدینہ . خیر من الف صلا ة ھا ھنا یر ید ایلیاء .

ترجمہ: حضرت ارقم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ اقدس میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہاں کا ارادہ کیا ہے؟ میں نے بیت المقدس کا آپ ﷺ نے فرمایا تجارت کے لئے جارہے ہو میں نے کہا نہیں میں اس میں نماز ادا کرنے کے ارادہ سے جارہا ہوں تو آپ ﷺ نے فرمایا: مدینہ کی ایک نماز وہاں کی ایک ہزار نماز سے بہتر ہے۔ (رواہ الحاکم والطحاوی مشکل الآثار اس حدیث کو غیر مقلد حدیث ناصر الدین البانی نے صحیح قرار دیا ہے سلسلہ احادیث الصحیحہ جلد نمبر ۶ حدیث ۲۹۰۲)

بیت المقدس میں ایک نماز کا اجر:

عن میمونة مو لا ة النبی ﷺ رضی اللہ عنہا قالت: قلت یا رسول اللہ ﷺ افتنا فی بیت المقدس.

قال : ارض المحشر و المنشر ائتوه فصلوافيه فان صلاة فيه كالف صلاة في غيره .

ترجمہ: حضرت میمونہ رسول اللہ ﷺ کی باندی بیان کرتی ہیں کہ میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ ہمیں بیت المقدس کے متعلق بتائیں آپ ﷺ نے فرمایا: اسی زمین میں میدان محشر ہے تم وہاں جاؤ اور وہاں نماز پڑھو یقیناً وہاں کی ایک نماز دوسری مساجد میں ہزار نماز کی طرح ہے۔

دونوں حدیثوں کو ملاؤ اور ہزار کو ہزار سے ضرب دو تو حاصل ضرب دس لاکھ ہوگا۔ میں تو اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مدینہ میں نماز کا ثواب بغیر حساب ہے ہماری عقل اور اندازہ سے باہر ہے اس لئے کہ دن بدن محبوب ﷺ کی شان میں اضافہ ہو رہا ہے اور وہاں ادا کی جانے والی عبادتوں کے ثواب میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

مدینہ کو یثرب کہنے کی ممانعت:

عن البراء بن عازب رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ : من سمی المدینة یثرب فلیستغفر الله عزوجل هی طابة هی طابة

ترجمہ: حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص مدینہ کو یثرب کہے وہ اللہ سے استغفار کرے، یہ طابہ ہے۔ (مسند احمد حدیث ۱۸۰۴۸)

طابہ کے معنیٰ خوشبو، پاکیزگی اور راحت کے ساتھ رہنے کے ہیں۔

عن اسماعیل بن محمد بن سعد عن ابیه عن جده رضی الله عنه قال : قال رسول الله ﷺ من قال یثرب مرة فلیقل المدینه عشرا.

ترجمہ: حضرت اسماعیل بن محمد رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو ایک مرتبہ یثرب کہے وہ دس مرتبہ مدینہ کہے۔ (رواہ البخاری فی التاریخ حدیث ۲۲۱۱)

قرآن پاک میں جو لفظ ''یثرب'' آیا ہے وہ منافقین کے قول کی حکایت کی گئی ہے۔

مدینہ کو یثرب کہنا اس وجہ سے مکروہ ہے کیونکہ تثریب کا معنیٰ ہے فساد یا ملامت علامہ سید سعید احمد کاظمی صاحب فرماتے ہیں۔

مدینہ کو یثرب اس وجہ سے کہتے ہیں کہ جو شخص مدینہ جاتا بیمار ہو جاتا اور لوگ اس کو ملامت کرتے تو وہاں کیوں گیا جو بیمار ہو گیا! رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد جو جگہ دارالوباء تھی دارالشفاء بن گئی پہلے وہاں صحت مند جاتے تھے تو بیمار ہو جاتے تھے اب بیمار جاتے ہیں صحت مند ہو جاتے ہیں پہلے لوگ جانے پر ملامت کرتے تھے اور اب اگر کوئی حج کے لئے جائے اور مدینہ جائے بغیر لوٹ آئے تو لوگ نہ جانے پر ملامت کرتے ہیں۔

اس گھر سے شفاء پائی دکھ درد کے ماروں نے   چہرے سے ضیاء پائی ان چاند ستاروں نے

آتا ہے صابر انہیں ہر دکھ کی دوا کرنا۔

مدینہ کو اہل محبت منورہ بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ اللہ اور رسول اللہ کے نور سے چمک گیا اور ان دونوروں سے مشرق و مغرب روشن ہو گئے یہاں سے ظاہری اور باطنی نور چمکا۔

عن انس رضی الله عنه قال لما دخل رسول الله ﷺ المدینه اضاء منها کل شیء.

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ جس دن رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کی ہر چیز منورہ ہو گئی

۔(ترمذی حدیث ۳۹۱۸، مشکوٰۃ حدیث ۵۹۲۲ کتاب الفضائل)

مدینہ کی سرزمین روشن اور منور کیوں نہ ہوتی جب کہ سراپا نور دلوں کے سرور نور علی نور مدینہ تشریف لے آئے تھے جن کے قدم رنجہ فرمانے سے مدینہ قرآن اور اسلام کے نور کا مرکز اور منبع بن گیا اور حضور ﷺ ایسے قاسم نور تھے کہ جس کی نسبت سرکار سے ہوگئی وہ بھی نور علی نور ہوگیا جس پہاڑ پر سرکار کے قدم لگے وہ جبل نور بن گیا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں نبی کریم ﷺ کی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے آئیں تو وہ ذوالنورین بن گئے یثرب میں تشریف لائے تو وہ مدینہ منورہ بن گیا۔

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا — ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا
تیری نسل پاک میں ہے بچہ بچہ نور کا — تو ہے عین نور تیرا سب گھرانہ نور کا
صبح طیبہ میں ہوئی بٹتا ہے باڑا نور کا — صدقہ لینے نور کا آیا ہے تارا نور کا
باغ طیبہ میں سہانا پھول پھولا نور کا — مست بو ہیں بلبلیں پڑھتی ہیں کلمہ نور کا

بخار اور طاعون میں سے ایک کو لینے کا اختیار:

عن عسیب رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اتانی جبریل علیہ السلام بالحمی و الطاعون فامسکت الحمی بالمدینة وارسلت الطاعون الی الشام فا لطاعون شها دة لامتی ورحمة لهم ورجس علی الکافرین.

ترجمہ: حضرت عسیب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا! جبریل میرے پاس بخار اور طاعون لے کر آئے تو میں نے بخار کو مدینہ میں رکھ لیا اور طاعون ملک شام بھیج دیا پس طاعون میری امت کے لئے شہادت اور رحمت ہے اور کافروں کے لئے پلیدی اور عذاب ہے۔(احمد حدیث ۲۰۲۴۳ وفاالوفاء ۱/۲۰) سلسلہ احادیث الصحیحۃ للبانی حدیث ۷۶۱)

رسول اللہ ﷺ نے طاعون بیماری کو مدینہ سے دور کر کے اہل مدینہ کو اس خطرناک بیماری سے بچالیا اس سے معلوم ہوا کہ حضور ﷺ **دافع البلاوالو با والقحط و المرض و الالم** ہیں اسی لئے امام اہل سنت فرماتے ہیں۔

کعبہ کے بدر الدجے تم پہ کروڑوں درود — طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود
شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود — دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود
تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا — تمہیں دافع بلایا ، تمہیں شافع خطایا
کوئی تم سا کون آیا

اس حدیث میں رسول اللہ نے طاعون کو شام بھیجنے کی نسبت اپنے طرف کی ہے جس سے ثابت ہوگیا حضور ﷺ کو مشکل کشا حاجت روا دافع البلا کہنا شرک نہیں عین ایمان ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ حقیقی مشکل کشا ہے اور حضور ﷺ اللہ کی عطا سے لہٰذا شرک کی جڑ کٹ گئی ایسا پاک صاف عقیدہ رکھنے والوں کو جو مشرک کہے وہ خود مشرک ہے۔اور قرآن و حدیث کی فقہ سے بے بہرہ ہے۔

مدینہ کی کھجور میں شفا

عن سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ قال: قا ل سمعت رسول اللہ ﷺ یقول: من تصبح بسبع تمرات عجوة. وفی روایة. من التمر البر نی . لم یضره ذلک الیوم سم ولا سحر.

ترجمہ: حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: جس نے صبح کو مدینہ

منورہ کی سات عجوہ۔ اور ایک روایت میں ہے۔ برنی کھجور۔ کھالیں اس کو اس دن زہر نقصان پہنچائے گا نہ جادو۔ عجوہ کھجور میں یہ شفاء ہے لیکن شرط یہ ہے کہ مدینہ کی ہو کسی دوسری جگہ کی عجوہ میں یہ تاثیر نہیں اس میں یہ تاثیر اس لئے پیدا ہوئی کہ یہ اس سرزمین میں پیدا ہوئی جہاں سرکار مدینہ سرور سینہ کے قدم مبارک لگے ہیں اس کو سرکار ابد قرار ﷺ کے دست مبارک لگے جس جگہ حضور ﷺ کے قدم مبارک لگ جائیں اس جگہ کی کھجور تو کیا خاک بھی شفاء بلکہ جنت اور سجدہ گاہ بن جاتی ہے۔

مجھے ان لوگوں کی عقل پر حیرت ہوتی ہے تو جو آب زمزم میں اور کھجور میں تو شفا مانتے ہیں اور کہتے ہیں ان میں لوگوں کے لئے نفع ہے لیکن نبی کریم ﷺ کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ کسی نفع نقصان کے مالک نہیں حالانکہ ان میں شفاء صرف نبی ﷺ کے فرمان سے پیدا ہوئی ماننے پر آئیں تو مدینہ کی خاک کو شفا مانتے ہیں نہ ماننے پر آئیں نبی کی ذات کو شفا نہیں مانتے لیکن قرآن کہتا ہے کہ نہ صرف نبی کی ذات بلکہ نبی کے ساتھ جو کپڑا لگ جائیں اللہ تعالیٰ اس کو بھی شافع الامراض بنا دیتا ہے۔ (سورہ یوسف) اور نبی کریم ﷺ کا لعاب دہن شریف بھی شافع الامراض ہے تو پھر نبی کی ذات کے شافع الامراض اور دافع البلاء ہونے میں کیا شبہ ہے۔

عن عائشة رضی الله عنها قالت قال رسول الله ﷺ ان فی عجوة العالیه شفاء او انها تریاق اول البکرة

ترجمہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مقام عالیہ (عوالی) کی عجوہ کھجور میں شفا ہے یا صبح کے ان کا استعمال شفا کا سبب ہے۔

ابن ایثر کا کہا کہ عجوہ کھجور کی ایک قسم ہے جسے نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے مدینہ میں لگایا تھا۔

عجوہ جنتی کھجور ہے:

عن ابی هریر ة رضی الله عنه ان ناسا من اصحاب النبی قالو: الکماة جدری الارض فقال النبی ﷺ: الکماة من المن وما ء ها شفاء للعین والعجوة من الجنة و هی شفا ء من السم.

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بعض صحابہ کرام نے کہا کھنبی زمین کی چیچک ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کھنبی من سے ہے اور اس کا پانی آنکھوں کے لئے شفا ہے اور عجوہ کھجور جنت سے ہے اور زہر سے شفا ہے۔ (ترمذی حدیث ۲۰۶۸ کتاب الطب مشکوۃ حدیث ۴۵۶۹ کتاب الطب)

الکماۃ کا اردو ترجمہ ہے ''کھنبی'' جو برسات کے موسم میں بھیگی لکڑی سے یا زمین سے چھتری کی طرح نکلتی ہے اسے سانپ کی چھتری بھی کہتے ہیں۔ آنکھ کی گرمی دور کرنے کے لئے صرف یہ پانی مفید ہے دوسرے چشمی امراض میں یہ پانی سرمہ میں ڈال کر یا دوسری دواؤں میں مفید ہے بعض امراض میں نقصان دہ ہے لہذا اس کا استعمال طبیب کی رائے سے کرنا چاہئے۔ عجوہ کھجوریں جنت سے آئی ہیں اللہ کی بڑی نعمت ہیں ان کو صبح و شام کھانے والا زہر کے اثر سے محفوظ رہتا ہے۔

عجوہ کھجور میں ہر بیماری سے شفاء:

عن ابن عمر رضی الله عنهما قال قال رسول الله ﷺ: اماعلمت ان عجو ة المدینة شفاء من السقم و غبارها شفاء من الجذام

ترجمہ: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نہیں جانتے کہ مدینہ کی عجوہ کھجور میں بیماری سے شفا ہے اور اس کے غبار میں جذام سے شفا ہے۔

پہلی حدیثوں میں بیان کیا گیا تھا کہ عجوہ میں زہر اور جادو سے امان ہے یعنی دو خطرناک، بیماریوں کا علاج ہے لیکن یہاں فرمایا گیا "عجوہ کھجور میں بیماری سے شفا ہے"، لیکن کسی بیماری کا ذکر نہیں کیا گیا جس سے یہی مستفاد ہوتا ہے کہ ہر بیماری سے شفاء کیونکہ قاعدہ ہے لہذا کوئی بھی بیماری ہو نبی کریم ﷺ کے فرمان پر ایمان رکھتے ہوئے عجوہ کھجور استعمال کی جائے انشاءاللہ بیماری دور ہوگی۔

برنی کھجور کی فضیلت:

عن انس رضی الله عنه قال: قال رسول اللهﷺ فخير تمر اتكم البر نی يذهب بالداء ولا داء فيه

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہاری کھجوروں میں سے بہترین کھجور برنی ہے وہ بیماری کو لے جاتی ہے اور اس میں کوئی بیماری نہیں۔ (رواہ الحاکم ۴/۲۲۶ حدیث ۷۴۵۰ سلسلہ حدیث الصحیحہ حدیث ۱۸۴۴)

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: برنی کھجور بیماری کو لے جاتی ہے۔ یعنی برنی کھجور دافع البلاء والوباء ہے اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کیونکہ اس کو غیر مقلدین حضرات کے چوٹی کے محدث ناصر الدین البانی نے صحیح کہا ہے اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ دافع البلاء والوباء تو اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ لیکن حضور ﷺ برنی کھجور کو دافع البلاء کہہ رہے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقی دافع البلاء والوباء اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں اس کھجور کی طرف جو دافع البلاء والوباء کی نسبت کی گئی ہے وہ نسبت مجازی ہے کیونکہ یہ بیماری دور کرنے کا سبب ہے تو اگر ایک عام مخلوق کو مجازی طور پر دافع البلاء والوباء کہنا جائز ہے تو حضور ﷺ تو ساری مخلوق سے افضل ہے آپ کو دافع البلاء والوباء کہنا ہرگز شرک نہیں کیونکہ آپ کی دعاؤں سے امت کی مشکلیں دور ہوئی ہیں اور روز قیامت بھی آپ ہی کی شفاعت سے مشکلیں دور ہوں گی۔ حضور ﷺ نے مسجد اجابہ میں دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ میری امت کو قحط سالی اور پانی کے عذاب سے ہلاک نہ کرے۔ (مسلم شریف)

تمہیں حاکم برایا تمہیں قاسم عطایا تمہیں دافع بلایا تمہیں شافع خطایا کوئی تم سا کون آیا کعبہ کے بدر الدجی تم پہ کروڑوں درود طیبہ کے شمس الضحیٰ تم پہ کروڑوں درود شافع روز جزا تم پہ کروڑوں درود دافع جملہ بلا تم پہ کروڑوں درود

ریاض الجنه (جنت کا باغ)

عن ابی هرير ة رضی الله عنه قال قال رسو ل الله ﷺ: مابين بيتی و منبری روضة من رياض الجنة و منبری علی حوضی

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بیت (گھر) اور مبر کے درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔ اور میرا منبر میرے حوض پر ہے۔ (بخاری حدیث ۱۱۹۶ مسلم حدیث ۱۳۹۱ مشکوٰۃ حدیث ۶۹۴)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت میں گھر کی بجائے قبر کے لفظ ہیں۔

مابين قبری و منبری روضة من رياض الجنة (کنز العمال ۱۲☆۲۶۱)

بیت اور قبر کے لفظ میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ بیت سے مراد بیت عائشہ ہے اور اسی میں نبی ﷺ کی قبر انور ہے۔

یعنی یہ جگہ پہلے جنت کا باغ تھی وہاں سے لائی گئی اللہ تعالیٰ نے خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام کو جنت کا پتھر حجر اسود عطا کیا اور حبیب اللہ ﷺ کو جنت کا باغ عطا کیا۔

یہ پیاری پیاری کیاری تیرے خانہ باغ کی — سرد جس کی آب و تاب سے آتش سقر کی ہے
جنت میں آکے نار میں جاتا نہیں کوئی — شکر خدا نوید نجات و ظفر کی ہے
اس طرف روضہ کا نور اس سمت منبر کی بہار — بیچ میں جنت کی پیاری کیاری واہ واہ

کعبہ کا حجر اسود اور مدینہ پاک کا ریاض الجنہ اگر چہ یہ دونوں جنت سے آئے ہیں لیکن ان کے حسن و جمال پر پردہ ڈال دیا گیا ہے ورنہ ان کے نور سے مشرق و مغرب روشن ہو جاتے جیسے جمال مصطفیٰ ﷺ صحابہ پر کما حقہ ظاہر نہ کیا گیا ورنہ کوئی انوار مصطفیٰ ﷺ کی تاب نہ رکھتی۔

اک جھلک دیکھنے کی تاب نہیں عالم کو ۔۔۔ وہ اگر جلوہ کریں کون تماشائی ہو
صرف ریاض الجنہ ہی نہیں بلکہ ۔۔۔ پورا مدینہ ہی جنت اور نور علیٰ نور ہے
جدھر دیکھئے باغ جنت کھلا ہے ۔۔۔ نظر میں ہیں نقش و نگار مدینہ
عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ ۔۔۔ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ
میری خاک یارب نہ برباد جائے ۔۔۔ پس مرگ کردے غبارِ مدینہ

قبر انور کے افضل از عرش ہونے پر دلائل: علامہ سید سعید احمد کاظمی قدس سرہ فرماتے ہیں:

حضرت عیسیٰ علیہ السلام چوتھے آسمان پر ہیں اور وہ اللہ کے شکر گزار بندے ہیں کیونکہ تمام انبیاء کرام شاکرین ہیں اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے (اگر تم شکر کرو تو میں تمہاری نعمتوں میں زیادتی کروں گا) سورہ ابراہیم اور اللہ تعالیٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زمین سے چوتھے آسمان کی بلندی پر لے گیا اگر اس سے زیادہ بلندی اور عظمت عرش پر ہوتی تو اللہ تعالیٰ آپ کو عرش پر لے جاتا کیونکہ شکر سے نعمت میں اضافہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ آپ کو زمین پر لا کر قرب قیامت میں نبی کریم ﷺ کے جوار میں دفن کرائے گا، معلوم ہوا کہ بلندی اور عظمت عرش پر نہیں آپ کے قرب اور جوار میں ہے اور اس جگہ ہے جہاں آپ مدفون ہیں اس سے معلوم ہوا کہ آپ کی قبر انور عرش معلیٰ سے افضل ہے

دوسری دلیل یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مو ضع سو ط فی الجنة خیر من الدنیا و ما فیها

ترجمہ: ایک چابک کے برابر بھی جنت کی جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے۔ (بخاری حدیث ۳۲۰۰ کتاب بدالخلق باب صفۃ الجنۃ)

اس سے واضح ہوا رسول اللہ ﷺ جس جگہ آرام فرما ہیں وہ جگہ دنیا اور مافیہا سے بہتر ہے پس کعبہ، بیت المقدس، وغیرہ ہر جگہ۔۔۔ سے افضل وہ جگہ ہے جہاں آپ آرام فرما ہیں۔

سارا مدینہ جنت الفردوس ہے: مولانا منظور احمد شاہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ فریدیہ ساہیوال بیان کرتے ہیں۔

مدینہ منورہ میں ۱۹۶۸ء کی حاضری کا مجھے ایک واقعہ یاد ہے میرے مکان سے حرم شریف کو جاتے ہوئے عموماً ایک مجذوبہ کی ملاقات ہوا کرتی تھی مگر اس پر دھیان نہ دیا اسے عام دیوانہ سمجھ کر گزر جاتا۔ ایک دن ریاض الجنہ کی حاضری کی بعد جنت البقیع شریف میں حاضر ہوا تو دل میں خیال گزرا سبحان اللہ مدینہ شریف میں دو جنتیں ہیں ایک نام ریاض الجنہ، دوسری کا نام جنت البقیع ہے اسی خیال میں اس ولیہ کاملہ کے پاس سے گزرا مجھے بڑی فصیح زبان میں بلایا **اخی تعال اسمع کلامی** میرے بھائی آؤ میری بات سنو میں قریب گیا تو فرمایا: **واللہ العظیم اللہ حی ورسولہ حی**۔ اللہ کی قسم اللہ زندہ ہے اور اس کے رسول ﷺ بھی زندہ ہیں پھر فرمایا: **واللہ العظیم اللہ ینظر ورسولہ ینظر المدینة کلها جنة الفردوس** اللہ کی قسم مدینہ سارے کا سارا جنت الفردوس ہے۔ یہ تھی آخری بات جس نے میری نظر کی اصلاح کی کہ مدینہ میں صرف دو جنتیں نہیں بلکہ سارے کا سارا جنت الفردوس ہے اس رات کو قطب مدینہ مولانا ضیاء الدین رحمۃ اللہ علیہ کے گھر محفل میلاد میں شامل ہوا اور تقریر میں یہ واقعہ سنایا۔ محفل ختم ہونے کے بعد بہت سے ساتھی میرے ساتھ آئے کہ زیارت کریں مگر اس دن سے آج تک پھر اس ولیہ کاملہ کی زیارت نہ ہو سکی۔

جدھر دیکھئے باغ جنت کھلا ہے ۔۔۔ نظر میں ہیں نقش و نگار مدینہ
عجب رنگ پر بہار مدینہ ۔۔۔ کہ سب جنتیں ہیں نثار مدینہ

شاہ ابرار زندہ و مختار

حضور مفکر اسلام
پروفیسر محمد حسین آسی علیہ الرحمہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمہیدی کلمات: اسلام کے ہمہ گیر فکری انقلاب کا ایک اہم عنوان ہے ''موت کے بعد پھر زندگی'' اس کی اہمیت کا اندازہ اسی سے ہوسکتا ہے کہ اس کا منکر ایمان سے خارج ہے۔ ہمارے ہاں موت مکمل فنا کا نام نہیں بلکہ یہ دنیوی زندگی کا اختتام ہے' اب یہاں سے زندگی کا نیا دور شروع ہو جاتا ہے جسے برزخی زندگی کہا جاتا ہے۔ قیام قیامت تک یہی دور چلے گا پھر اخروی زندگی شروع ہو جائے گی جس کی کوئی انتہا نہیں۔ پھر اس عقیدے کا اصلاح عمل سے اور عظمت انسان کے نظریے سے بھی گہرا تعلق ہے۔ بہت سے جرائم ایسے ہیں جن کی سزا یہاں اس دنیا میں مکمل ہو ہی نہیں سکتی مثلاً ایک آدمی کے قاتل کو قتل کر کے تو سزا پوری کر دی گئی، مگر دو یا دو سے زیادہ انسانوں کے قاتل کو ایک بار قتل کر کے سزا کیونکر پوری ہوگی، اسے دو یا دو سے زیادہ بار ہی قتل ہونا چاہئے جو اس دنیا میں ناممکن ہے۔ ایسی سزا کو دوگنا' تگنا یا کئی گنا کرنا آخرت ہی میں ممکن ہے۔ ظاہر ہے جن لوگوں کا آخرت اور اس کے ثواب وعذاب پر پکا ایمان ہوگا' ان پر خوف خدا مسلط رہے گا جس سے ان کی زندگی نیکی اور تقویٰ کی علامت بن جائے گی۔ پھر جن کی زندگی اپنے خالق کی محبت اور اس کے رسول ﷺ کی غیر مشروط وغیر محدود اطاعت میں گزرے گی، اللہ کی رحمت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا انعام بھی ایسے لوگوں کے لئے غیر محدود اور کبھی نہ ختم ہونے والا ہو...... چنانچہ اس قسم کی نوازشات کے لئے بھی دنیا کا میدان نہایت تنگ ہے۔ اس کے لئے دو روزہ زندگی اور محدود فضا کی بجائے ابدی زندگی اور بے کنار فضا کی ضرورت ہے جو آخرت ہی میں میسر آسکتی ہے۔

جہاں تک اس عقیدۂ آخرت کے ساتھ عظمت انسان کے وابستہ ہونے کا تعلق ہے' وہ بھی ظاہر ہے۔ انسان اسلامی نقطۂ نظر سے اس دنیا میں اپنے خالق و مالک کا خلیفہ ہے۔ کسی دوسری مخلوق پر یہ ذمہ داری نہیں۔ خلافت کے شرف سے اسے سرفراز کرنے کا تقاضا یہی ہے کہ اس میں احساس ذمہ داری ہو' اس لئے فرمانبرداری و نافرمانی کا انجام بھی اس پر واضح کر دیا جائے۔ انبیاء کرام علیہم السلام اسی کام کے لئے تشریف لائے چنانچہ ان مقدس ہستیوں نے انسان کو اس کی عظمت سے بھی آگاہ کیا' اسے اچھی زندگی کے آداب بھی سکھائے اور نیکی و بدی کی تمیز دے کر ان کا انجام بھی بتایا۔ یوں سمجھو' انسان کو عام مخلوق کے مقابلے میں ''عقل'' سے نوازا گیا اور عقل کی رہنمائی کے لئے سلسلہ نبوت قائم کیا گیا۔ ''عقل'' بیچاری زیادہ سے زیادہ عالم شہادت میں ہاتھ پاؤں مار سکتی ہے' نبوت نے اسے عالم غیب سے روشناس کیا اور فرشتے' روح' نکیرین' عذاب وثواب قبر' حشر ونشر' صراط ومیزان' جنت اور دوزخ کی حقیقت بتائی۔

کافروں کا فکر وعمل: کافر اسی دنیا کو سب کچھ سمجھتے ہیں' ان کے لئے یہ بات خلاف عقل ہے کہ انسان مرنے کے بعد بھی کسی قسم کی زندگی رکھے۔ وہ یہ تصور بھی نہیں کر سکتے کہ قبر میں عذاب ہوگا یا کوئی انعام ملے گا۔ پھر کبھی زندہ ہو کر پل صراط عبور کرنا ہوگا' حساب وکتاب ہوگا اور آخر کار

کامیابی وناکامی کے اعلان پر جنت یا دوزخ میں جانا ہوگا۔ ایک عرب شاعر دور جاہلیت میں کہا کرتا تھا۔

حیاۃ ثم موت ثم بعث　　　　حدیث خرافۃ یا ام عمرو

یعنی ''اے میری محبوبہ ام عمرو! زندگی، پھر موت اور پھر قبر سے اٹھنا سخت بیہودہ بات ہے''۔

قرآن پاک کی سینکڑوں آیات میں عقیدہ آخرت کا ذکر ہے اور کفار کے اعتراضات کا مسکت جواب بھی۔ حق یہ ہے کہ حضور رحمتہ للعالمین ﷺ کی برکت سے اسے حدیث خرافہ (بیہودہ بات) کہنے والے اس حد تک سیدھے ہو گئے کہ انہیں نہ اپنے پیدا کرنے والے میں شک رہا اور نہ دنیائے آخرت میں۔

عقیدہ آخرت کا بنیادی تصور: عقیدہ آخرت کی مختصر تشریح یہی ہے کہ دنیا میں کی ہوئی نیکیوں پر انعام ملے گا اور گناہوں پر سزا۔ مگر دیکھنا یہ ہے انعام یا سزا جسے مل رہی ہے اس کا زندہ ہونا بھی تو ضروری ہے تا کہ اسے احساس ہو، خوشی ہو یا تکلیف ہو۔ اگر راحت یا کلفت نہیں محسوس ہو رہی تو انعام بھی بے معنی اور سزا بھی۔ پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انعام کسے مل رہا ہے اور سزا کسے...... ظاہر ہے جس نے نیکیاں کیں یا گناہ کیے۔ یقیناً وہ انسان ہے اور انسان ہے جسم و روح کا مجموعہ۔ انسان نے نیکیاں کیں تو گویا اس کے جسم و روح نے کیں اور گناہ کئے تو بھی جسم و روح نے مل کر۔ لہذا راحت ملے گی تو بھی جسم و روح دونوں کو اور تکلیف ہوگی تو بھی ان دونوں کو۔

رہ گیا یہ کہ جزا کی یہ دونوں صورتیں کب اور کہاں ہوں گی...... ایک تو بالکل ظاہر ہے یعنی قیامت کے حساب و کتاب کے بعد جو بخشا گیا' وہ جنت میں جائے گا اور جو مجرم ٹھہرا' وہ دوزخ میں۔ جنت و دوزخ کے یہ دونوں مقامات' ایمانیات میں داخل ہیں۔ یعنی ان کا منکر مسلمان نہیں رہتا البتہ جزا کی ایک جگہ ان کے علاوہ ہے اور وہ ہے قبر (یعنی عالم برزخ) میں دفن ہوتے ہی فرشتوں سے سوال و جواب کے بعد عذاب یا انعام شروع ہو جاتا ہے۔ حضور پرنور ﷺ نے اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی ہے۔

''روایت ہے حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے کہ حضور رسول خدا ﷺ نے فرمایا' مردے کے پاس دو فرشتے آتے ہیں۔ سو اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں' تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے' میرا رب اللہ ہے۔ پھر کہتے ہیں' تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے' میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ کہتے ہیں' یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے' آپ رسول اللہ ﷺ ہیں۔ فرشتے پوچھتے ہیں' تجھے کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہتا ہے میں نے اللہ کی کتاب پڑھی' اس پر ایمان لایا' اسے سچا مانا۔ سو یہی یہ ہے مفہوم آیت یثبت اللہ الذین امنوا بالقول الثابت...... (ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے ایمان والوں کو حق بات پر دنیا کی زندگی میں اور آخرت میں اور اللہ ظالموں کو گمراہ کرتا ہے الخ) سورۃ ابراہیم' ۲۷) کا' پھر آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے لہذا اس کے لئے جنت کا بستر بچھاؤ' اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو، تو کھول دیا جاتا ہے۔ سو اس تک جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور تا حد نظر قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے۔ رہا کافر تو حضور ﷺ نے اس کی موت کا ذکر بھی فرمایا کہ اس کی روح اس کے جسم میں لوٹائی جاتی ہے اور اس کے پاس دو فرشتے آتے ہیں اور اسے بٹھا کر پوچھتے ہیں' تیرا رب کون ہے؟ وہ کہتا ہے' ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر پوچھتے ہیں' تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہتا ہے' ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ پھر وہ پوچھتے ہیں' یہ کون صاحب ہیں جو تم میں بھیجے گئے؟ وہ کہتا ہے' ہائے ہائے میں نہیں جانتا۔ تب ایک پکارنے والا آسمان سے پکارتا ہے کہ یہ جھوٹا ہے لہذا اس کے لئے آگ کا بچھونا بچھاؤ، اسے آگ کا لباس پہناؤ اور اس کیلئے آگ کا دروازہ کھول دو تو اس کی گرمی اور لو آتی ہے۔ اور اس پر اس کی قبر تنگ ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ اس کی پسلیاں ادھر سے ادھر ہو جاتی ہیں۔ پھر اس پہ اندھے بہرے فرشتے مسلط کئے جاتے ہیں جن کے پاس لوہے کے ہتھوڑے ہوتے ہیں کہ اگر ان سے پہاڑ پر ضرب لگائی جائے تو وہ بھی مٹی ہو جائے۔ اس سے اسے ایسی مار مارتے ہیں جسے جن وانس کے سوا مشرق و مغرب کی ساری مخلوق سنتی

ہے۔تو وہ مٹی ہو جاتا ہے پھر اس میں روح لوٹائی جاتی ہے (گویا یہ عمل جاری رہتا ہے' مارنے اور روح لوٹانے کا)۔(احمد۔ابوداؤد)

اس ساری حدیث پاک کا خلاصہ القبر حفرة من حفر جهنم او روضة من ریا ض الجنة دوسری حدیث پاک میں یوں ہے: (شرح الصدور)

''قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا بن جاتی ہے یا جنت کے باغوں میں سے ایک باغ''۔

قبر میں کافر کی زندگی: ظاہر ہے جس کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا ہے' وہ کافر و مشرک ہے یا منافق جس کا عذاب دائمی ہے۔ عارضی طور پر گنہگار مسلمان بھی قبر میں مبتلائے عذاب ہوسکتا ہے۔

عذاب کا ہونا مردے کی زندگی کی دلیل ہے۔ اگر یہ عذاب کو محسوس ہی نہ کر سکے تو عذاب کیسا؟ پھر یہ عذاب بھی صرف روح کو نہیں ہوتا بلکہ جسم و روح دونوں کو ہوتا ہے (جیسا کہ دوزخ میں ہوگا) کافر کی روح اگرچہ سجین میں گرفتار ہوتی ہے' تاہم اس کا جسم سے اتنا تعلق ضرور رہتا ہے کہ عذاب کو محسوس کر سکے نیز قبر پر کسی بات کرنے والے کی بات کو سنے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض انبیاء کرام علیہم السلام نے اپنی قوموں سے ان کی ہلاکت کے بعد خطاب کیا اور یہ بات قرآن پاک کی متعدد آیات سے ثابت ہے۔ اگر ان کا سننا خلاف واقعہ اور فضول ہوتا تو یہ حضرات' ہرگز ہرگز ان سے کلام نہ فرماتے۔ خود ہمارے آقا و مولا علیہ الصلوۃ والسلام نے بھی غزوہ بدر کے اختتام پر مشرکین مکہ کی لاشوں سے خطاب فرمایا۔ اس موقع پر حضرت سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:

یا رسول الله ماتکلم من اجساد لا رواح لها ۔

ترجمہ: ''آپ ان جیسوں سے کیوں کلام فرما رہے ہیں جن میں روحیں نہیں۔''

ہادی اکرم ﷺ نے جواباً فرمایا:

والذی نفس محمد بید ہ ما انتم باسمع لما اقول منهم

ترجمہ: ''اس ذات کی قسم جس کے قبضے میں (حضرت) محمد (ﷺ) کی جان ہے تم ان سے زیادہ میری بات کو نہیں سن رہے''۔

عذاب قبر کا انکار معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کے سوا کسی نے نہیں کیا اور حدیث پاک کی کتابوں میں اثبات عذاب القبر کے نام سے باقاعدہ باب باندھے گئے ہیں۔ لہٰذا جن لوگوں کو حدیث کی حجیت پر یقین کا دعویٰ ہے، انہیں اس کا انکار نہیں کرنا چاہئے۔ بالخصوص جب یہ قرآن پاک کی متعدد آیات سے بھی ثابت ہے۔ (۲) اور اگر عذاب قبر ثابت ہے تو کافر مردوں کی زندگی اس حد تک ضرور ثابت ہوگئی کہ گرفتار عذاب ہونے کے باوجود وہ آوازیں سنتے ہیں۔ اگرچہ قبر یا گڑھے میں جو کچھ ہوتا ہے' انسانی نظروں سے اوجھل رہتا ہے' تاہم مخصوص حکمتوں کے مطابق کتاب وسنت کی تصدیق کے طور پر کبھی نہ کبھی کچھ نہ کچھ ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے۔ ذیل کے دو واقعات پر غور فرمایئے۔

ابوجہل کا عذاب: امام سیوطی علیہ الرحمہ نے طبرانی اوسط اور ابن ابی الدنیا کی ''کتاب القبور'' وغیرہما کے حوالے سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں:

''میں بدر کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اچانک ایک شخص گڑھے سے نکلا جس کی گردن میں زنجیر تھی۔ اس نے مجھے پکار کر کہا' اے عبداللہ! مجھے پانی پلاؤ''۔ اب مجھے معلوم نہیں وہ میرا نام لینا چاہتا تھا یا یونہی عربوں کے قاعدے کے مطابق اس نے مجھے عبداللہ (یعنی اللہ کا بندہ) کہہ کر پکارا۔ اس کے پیچھے ایک آدمی کوڑا لیے ہوئے نکلا۔ اس نے مجھ سے کہا' اے عبداللہ! تم اس کو پانی نہ پلانا کیونکہ یہ کافر ہے۔ پھر اس کو کوڑے سے مارا حتیٰ کہ وہ پھر گڑھے میں لوٹ گیا۔ میں نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ عرض کیا تو فرمایا' کیا تم نے اسے دیکھا!؟ میں نے عرض کیا' ہاں، فرمایا' وہ اللہ کا دشمن ابوجہل تھا اور یہ اس کا عذاب ہے قیامت تک''۔ (شرح

الصدور،بشرح حال الموتی والقبور)

مسلم بن عقبہ کا واقعہ: ابن عساکر نے محمد بن سعید سے روایت کی کہ مسلم بن عقبہ مری مدینہ آیا اور لوگوں کو یزید کی بیعت کی دعوت دی کہ تم سب اللہ کی اطاعت اور نافرمانی میں غلام محض ہو۔ تو لوگ اس کی دعوت کی طرف آئے۔ ایک شخص نے جو قریشی تھا اور اس کی ام ولد تھی کہا' صرف اللہ کی اطاعت میں۔ مسلم بن عقبہ نے اس کی بات نہ مانی اور اسے قتل کر دیا۔ اس کی ماں نے قسم کھالی کہ مسلم زندہ یا مردہ ملا تو اسے جلا دے گی۔ مسلم مدینہ سے نکلا تو اس کی بیماری شدت اختیار کر گئی اور وہ (مکہ مکرمہ کے راستے میں ہی) مر گیا۔ وہ بڑھیا اپنے غلاموں کے ساتھ اس کی قبر پر گئی اور اسے کھودنے کا حکم دیا۔ اب جو اندر دیکھا تو ایک اژدہا اس کی گردن پر لپٹا ہوا تھا اور اس کی ناک کو چوس رہا تھا۔ یہ حال دیکھ کر لوگ ہٹ گئے۔ (شرح الصدور)

حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ نے باقی واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

''اور عورت سے کہا' قادر مطلق نے اس کو اس کے اعمال کی سزا دے دی اور تو نے جس بات کا ارادہ کیا تھا ترک کر دے۔ اس کیلئے اتنا عذاب ہی کافی ہے۔

عورت نے کہا' ہرگز نہیں' میں نے خدا سے جس بات کا عہد کیا ہے' جب تک اسے پورا نہ کرلوں گی' اس (مسرف) کے پاس سے نہ ہٹوں گی۔ پھر اس (عورت) نے کہا' اس کو پیروں کی جانب سے نکالو۔ دیکھا وہاں بھی ایک اژدہا اسی طرح لپٹا ہوا ہے۔ اس نے وضو کیا' دو رکعت نماز ادا کی اور نہایت گریہ وزاری سے ہاتھ اٹھا کر بارگاہ خداوندی میں دعا کی' اے خدائے قہار تو جانتا ہے' مسلم بن عقبہ پر میرا غصہ تیری رضامندی کے لئے ہے۔ مجھ کو موقع اور قدرت دے کہ میں اسے گڑھے سے نکال کر جلاؤں۔ اس کے بعد ایک لکڑی لی اور اس سانپ کی دم پر ماری' وہ (سانپ) اس کے سر سے جدا ہو کر باہر چلا گیا۔ عورت نے اپنے ملازموں سے کہا' اسے قبر سے باہر نکال کر جلاؤ''۔

گنہگار مومن کی برزخی زندگی: گنہگار مومن کو بھی قبر میں عذاب ہوگا' مگر کافر کے برابر نہیں ہوگا۔ (کیونکہ اس میں کفر وشرک کی سزا تو شامل نہیں ہوگی) چنانچہ بعض روایات کے مطابق کافر پر اس کی قبر میں قیامت تک کے لئے ننانوے اژدہے مقرر کئے جاتے ہیں جو اسے ڈستے رہتے ہیں۔ (شرح الصدور بحوالہ احمد' ابویعلی وغیرہ) مگر مومن کا عذاب مقابلتاً ہلکا بھی ہوگا اور عارضی بھی' کبھی جمعہ شریف کی رات تک۔ کبھی کسی کے صدقے یا دعا وغیرہ سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ حضور پرنور ﷺ فرماتے ہیں:

مـاالميت فی القبر الا كا لغريق المتغوث ينتظر دعوة تلحقه من اب او ام او اخ او صديق فا ذا لحقته كان احب اليه من الدنيا و ما فيها و ان الله عز و جل ليد خل علىٰ اهل القبور من د عا ء اهل الا رض امثال الجبال و ان هد ية الاحياء الى الا مو ات الا ستغفار لهم ۔ (شعب الایمان بیہقی)

''میت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریادی کی طرح ہوتی ہے اور دعا کی منتظر۔ پھر جب میت کو یہ دعا پہنچتی ہے تو یہ اسے ساری دنیا اور دنیا کے سارے سامان سے بھی پیاری ہوتی ہے اور بیشک اللہ عز وجل زمین والوں کی دعا سے قبر والوں کو پہاڑوں جتنا ثواب عطا فرماتا ہے اور بیشک زندوں کا مردوں کے لئے تحفہ دعائے مغفرت ہے''۔

دنیا و مافیہا سے زیادہ پسند کرنا بھی حیات برزخی کی دلیل ہے۔ ہاں کبھی کبھی یہ عذاب قبر گنہگار مومن کے لئے بھی دیرپا ہو جاتا ہے' شاید اس لئے کہ دنیا میں خاص اس کے لئے دعا کرنے والا ہی کوئی نہ ہو' پھر یہ عذاب بعض اوقات ظاہر بھی کر دیا جاتا ہے' ایک تو اسلام کی صداقت کے اظہار کے لئے اور دوسرے لوگوں کو بعض گناہوں کی ہولناکی پر عبرت دلانے کے لئے۔ یہاں اس سلسلے میں ایک دو واقعات درج کئے جاتے ہیں۔

ا۔ اصبہانی نے ''ترغیب'' میں عوام بن حوشب سے روایت کی' انہوں نے کہا ایک مرتبہ میں ایک قبیلے میں آیا جس کے ایک طرف قبرستان تھا۔ عصر کے بعد اس میں ایک قبر پھٹتی تھی اور ایک شخص نمودار ہوتا تھا جس کا سر گدھے کی طرح ہوتا تھا اور جسم انسان کی طرح۔ وہ گدھے کی مانند تین دفعہ گدھے کی

سی آواز نکال کر پھر قبر میں غائب ہو جاتا تھا۔ میں نے اس کے بارے میں لوگوں سے دریافت کیا تو لوگوں نے بتایا یہ شراب کا عادی تھا۔ پینے لگتا تھا تو اس کی ماں کہتی' اے میرے بیٹے! اللہ سے ڈر۔ تو وہ جواب دیتا' تو گدھے کی طرح ہینکتی رہتی ہے۔ آخر ایک دن عصر کے بعد مر گیا تو ہر روز عصر کے بعد نکلتا ہے' تین بار ہینکتا ہے اور پھر غائب ہو جاتا ہے۔

۲۔ بیہقی نے ''کتاب عذاب القبر'' میں اپنی سند سے یزید بن عبداللہ سے روایت کی کہ ایک شخص ایک قبر کے پاس پہنچا تو اس نے آہ' آہ کی آواز سنی۔ جب اس نے کان لگا کر سنا تو آواز آ رہی تھی کہ تجھ کو تیرے عمل نے رسوا کیا۔

ضروری وضاحت: حضرت امام عبدالرحمٰن سیوطی قدس سرہ ''فائدے'' کے عنوان سے فرماتے ہیں۔

''علماء نے فرمایا کہ عذاب قبر دراصل عذاب برزخ ہی کو کہتے ہیں لیکن قبر کی طرف اضافت اس لئے کی گئی ہے کہ بالعموم لوگ قبر ہی میں دفن ہوتے ہیں' ورنہ خواہ کوئی شخص جل جائے' یا ڈوب جائے' یا اسے کیڑے مکوڑے کھا جائیں یا ہواؤں میں اڑا دیا جائے' سب پر عذاب برزخ ہوگا۔ اہلسنت کا اتفاق ہے کہ عذاب وثواب' روح اور جسم دونوں کے لئے ہیں''۔

مناظر اہلسنت حضرت پروفیسر محمد سعید اسعد اپنی کتاب ''حیات النبی'' میں فرماتے ہیں:

''اب یہ بات اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ریڑھ کی ہڈی کے چھوٹے سے ٹکڑے سے روح کا تعلق کرایا جاتا ہو اور عذاب قبر کے پوشیدہ رکھے جانے کی حکمت سے وہ ہڈی کا ٹکڑا انسان کا نظر نہ آتا ہو' یہ ریڑھ کی ہڈی کا ٹکڑا وہی ہے جس کا ذکر صحیح بخاری اور مسلم کی ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ اس کو مٹی نہیں کھاتی اور اسی سے قیامت کے دن مردے کا سارا جسم تیار ہو جائے گا۔ اس سے یہ بات بھی نکل سکتی ہے کہ جس طرح ہڈی ہڈی کے ٹکڑے میں تمام جسم کے تیار ہو جانے کا مادہ رکھا گیا ہے' اسی طرح روح کے تعلق کے بعد اس ہڈی کے ٹکڑے پر کا عذاب قبر تمام جسم پر کے عذاب کا کام دے تو کیا یہ قدرت الٰہی سے باہر ہے؟''

مومن گنہگار ہو یا نیک' قبر میں سنتا ہے: حضرت امام سیوطی قدس سرہ کی کتاب ''شرح الصدور'' سے تین روایات پیش خدمت ہیں جو اس مسئلے میں بالکل واضح ہیں:

۱......ابن ابی الدنیا نے ''کتاب القبور'' میں حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی۔ وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' جب کوئی مسلمان اپنے کسی مسلمان بھائی کی زیارت کے لئے جاتا ہے تو وہ اس سے انس حاصل کرتا ہے اور اس کی باتوں کا جواب دیتا ہے۔

۲......ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے ''شعب'' میں ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی مسلمان اپنے متعارف شخص کی قبر کے پاس گزرتا اور اس کو سلام کہتا ہے تو صاحب قبر اس کو جواب دیتا ہے۔ نیز اسے پہچان کر سلام کہتا ہے۔ (ابن عبدالبر نے کتاب الاذکار اور تمہید میں یہی روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کی ہے)

۳......عقیل نے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کا' رزین نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ میں قبرستان سے گزرتا ہوں تو کیا کوئی کلام ہے جو مردوں سے کروں تو آپ نے فرمایا' تم یہ کہہ دیا کرو:

السلام علیکم یا اهل القبو ر من المسلمین وا لمو منین انتم لنا سلف و نحن لکم تبع وانا انشاء الله بکم لا حقون۔ (۴) ترجمہ: ''اے قبر والے مسلمانو اور مومنو! السلام علیکم' تم ہمارے پیش رو ہو اور ہم تمہارے تابع اور بیشک انشاء اللہ ہم تم سے ملنے والے ہیں''۔

ابو رزین نے عرض کی' یا رسول اللہ (ﷺ) کیا وہ سنتے ہیں؟ فرمایا' سنتے ہیں مگر جواب نہیں دیتے۔ (یعنی ایسا جواب جسے تم سن سکو) پھر آپ نے فرمایا' اے ابو رزین کیا تم اس بات پر راضی نہیں کہ ان کی بجائے انہی کی تعداد میں فرشتے تم کو جواب دیں اور جواب نہ دے سکنے سے مراد

ایسا جواب ہے جسے انسان اور جنات نہیں سن سکتے' ورنہ وہ جواب ضرور دیتے ہیں۔

صالحین کی برزخی زندگی: قرآن پاک فرماتا ہے:

ام حسب الذین اجترحوا السیا ت ان تجعلھم کا لذین امنوا وعملو الصلحت سوآء محیا ھم ومما تھم ساء ما یحکمو ن ٥ (الجاثیہ:۲۱)

ترجمہ: ''کیا جنہوں نے برائیوں کا ارتکاب کیا یہ سمجھتے ہیں کہ ہم انہیں ان جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کی ان کی زندگی اور موت برابر ہو جائے۔ کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں'' (کنز الایمان)

اوپر حدیث پاک سے بھی یہ مضمون واضح ہو چکا ہے کہ قبر میں سوال و جواب کے بعد کامیاب ہونے والوں کے لئے آسمان سے ایک پکارنے والا پکارتا ہے کہ میرا بندہ سچا ہے' لہٰذا اس کے لئے جنت کا بستر بچھاؤ' اسے جنت کا لباس پہناؤ اور اس کے لئے جنت کی طرف دروازہ کھول دو تو کھول دیا جاتا ہے۔ سو اس تک جنت کی ہوا اور خوشبو آتی ہے اور تاحد نظر قبر میں فراخی کر دی جاتی ہے۔ (اس کے بعد حدیث پاک میں کافر کا بیان ہے جو اس کے بالکل برعکس ہے۔) کافر ہو یا مومن' دونوں قبر یا برزخ میں سنتے ہیں اور دونوں اپنے عذاب یا انعام کا شعور رکھتے ہیں۔ تاہم مقید ہونے کی وجہ سے کافر کو تو اپنی پڑی ہوتی ہے اور صالح مومن بہترین زندگی کے لطف بھی اٹھاتا ہے اور دوسروں کو فائدہ بھی پہنچا سکتا ہے' وہ زندہ ہوں یا مردہ...... اس سلسلے میں چند روایات ملاحظہ ہوں۔

۱...... ابو نعیم نے یوسف سے' انہوں نے عطیہ سے روایت کی' انہوں نے کہا میں نے ثابت (بنانی) کو حمید طویل سے کہتے ہوئے سنا' اے حمید! کیا تمہیں ایسی حدیث معلوم ہے جس میں انبیاء کرام علیہم السلام کے علاوہ دوسرے لوگوں کے قبروں میں نماز پڑھنے کا بھی ذکر ہو۔ انہوں نے کہا' نہیں۔ تو حضرت ثابت نے دعا مانگی ''اے اللہ! اگر تو کسی کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت دیتا ہے تو ثابت کو بھی ضرور دینا'' جبیر کہتے ہیں کہ میں خدائے واحد لاشریک کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ثابت بنانی کو قبر میں اتارا۔ میرے ساتھ حمید بھی تھے۔ جب ہم اینٹیں رکھ چکے تو اچانک ایک اینٹ گر پڑی چنانچہ حضرت ثابت رضی اللہ عنہ کو دیکھا وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے تھے۔ خدا تعالیٰ نے ان کی دعا کو رد نہ کیا۔

۲...... ایک دوسری روایت کے مطابق ابراہیم بن صمہ مہلبی راوی ہیں کہ مجھے صبح کے وقت قلعہ کے قریب سے گزرنے والوں نے بتایا کہ جب ہم ثابت بنانی قدس سرہ کی قبر کے پاس گزرتے ہیں تو قرآن پڑھنے کی آواز آتی ہے۔

۳...... ابن ابی الدنیا نے ''کتاب المنامات'' میں اپنی سند سے راشد بن سعد سے روایت کی کہ ایک شخص کی بیوی کا انتقال ہو گیا تو اس نے خواب میں بہت سی عورتیں دیکھیں لیکن اس کی بیوی ان میں نہ تھی۔ اس نے اپنی عورت کے نہ آنے کا سبب دریافت کیا۔ انہوں نے جواب دیا' تم نے اس کو مناسب کفن نہ دیا' اس لئے اب وہ آنے میں شرم محسوس کرتی ہے۔ اس شخص نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا' کسی ثقہ آدمی کا خیال رکھنا۔ اتفاقاً ایک انصاری کی موت کا وقت آ گیا اس نے انصاری سے کہا میں اپنی بیوی کا کفن دینا چاہتا ہوں، انصاری نے کہا' اگر مردہ مردے کو پہنچا سکتا ہے تو میں پہنچا دوں گا۔ چنانچہ یہ شخص دو زعفرانی رنگ کے کپڑے لایا اور انصاری کے کفن میں رکھ دیئے۔ اب جو رات کو خواب میں دیکھا تو وہ عورت کپڑے پہنے کھڑی ہے۔ یہ حدیث اگرچہ مرسل ہے لیکن اس کی اسناد میں کچھ حرج نہیں

۴...... رسالہ قشیری میں ہے' ابو یعقوب سوسی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ایک مردے کو غسل دیا تو اس نے میرا انگوٹھا پکڑ لیا تو میں نے کہا' اے بیٹے! میرا انگوٹھا چھوڑ دے کیونکہ میں جانتا ہوں یہ مرنا نہیں بلکہ ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا ہے۔

۵...... یہی راوی ہیں کہ میرا ایک مرید مکہ مکرمہ سے آیا اور مجھ سے کہنے لگا' اے استاذ گرامی میں کل ظہر کے وقت مر جاؤں گا تو یہ دینار لو' آدھے سے کفن اور آدھے سے میری قبر تیار کرا لینا۔ جب دوسرے روز ظہر کا وقت آیا تو اس نے آ کر طواف کیا' پھر دور کھڑا ہو گیا اور تھوڑی دیر بعد مر گیا۔۔۔ میں

نے اسے قبر میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھول دیں۔ میں نے کہا' کیا مرنے کے بعد بھی زندگی ہوتی ہے؟ اس نے جواب دیا' میں اللہ تعالیٰ کا محبّ ہوں اور اللہ کا ہر محبّ (ہمیشہ) زندہ رہتا ہے۔ (یہ سب روایات شرح الصدور ہی سے لی گئی ہیں)

شہدا کی برزخی زندگی: یہ بات کچھ تفصیل سے ہو چکی کہ مردہ برزخ میں سنتا ہے اور قبر پر آنے والے اپنے شناساؤں کو جانتا پہچانتا بھی ہے۔ جسم گل سڑ کر اگر بظاہر نیست و نابود بھی ہو جائے' اس کے اجزائے اصلیہ قائم رہتے ہیں اور انہی پر اس کے آئندہ جسم کی بنیاد رکھی جائے گی۔ ہاں اللہ کے پاک اور برگزیدہ بندے' جنہیں قبروں میں تلاوت و نماز تک کی اجازت ہوتی ہے' جسم کے گلنے سڑنے سے محفوظ رہتے ہیں جہاں تک شہیدوں کی برزخی زندگی کا تعلق ہے' یہ اتنی واضح ہے کہ قرآن حکیم نے انہیں مردہ کہنے بلکہ مردہ خیال کرنے کی بھی ممانعت کردی ہے۔ دونوں آیتیں ملاحظہ ہوں۔

ا۔ ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات بل احیاء ولکن لا تشعرون o (البقرہ:۱۵۴)

ترجمہ: ''اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انہیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں شعور نہیں''۔

۲۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل الله امواتاً بل احیاء عند ربهم یرزقون o فرحین بما اتهم الله من فضله و یستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم الا خوف علیهم ولا هم یحزنون o (آل عمران:۱۶۹:۱۷۰)

ترجمہ: ''اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے ہرگز انہیں مردہ خیال نہ کرنا بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں' روزی پاتے ہیں' خوش ہیں اس پر جو اللہ نے انہیں اپنے فضل سے دیا اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر نہ کچھ اندیشہ ہے نہ غم''۔

اب آیئے احادیث مبارکہ کی طرف!

ا۔ حاکم نے صحیح سند کے ساتھ اور بیہقی نے دلائل میں اپنی سند کے ساتھ روایت کی کہ حضرت عبداللہ کے بیان کے مطابق حضور رسول پاک ﷺ نے شہدا احد کے پاس جا کر عرض کی' اے اللہ! تیرا بندہ اور نبی گواہی دیتا ہے کہ یہ شہداء ہیں اور جس نے ان کی زیارت کی یا انہیں سلام کہا تو قیامت تک اس کا جواب دیتے رہیں گے۔

۲۔ بیہقی نے واقدی سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ ہر سال شہداء احد کے مزارات پر تشریف لے جایا کرتے تھے۔ جب گھاٹی پر پہنچتے تو باواز بلند فرماتے:

سلام علیکم بما صبرتم فنعم عقبی الدار

ترجمہ: ''تم پر سلامتی ہو اس لئے کہ تم نے مصائب پر صبر کیا اور دار آخرت انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے''۔

اور یہی معمول ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔ خاتون جنت سیدہ فاطمۃ الزہرا سلام اللہ علیٰ ابیہا وعلیہا بھی یہاں تشریف لاتیں اور دعا فرماتیں۔ حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی آ کر سلام کرتے اور اپنے ساتھیوں کی طرف متوجہ ہو کر فرماتے کہ ان حضرات کو سلام کرو جو تمہارے سلام کا جواب دیتے ہیں۔

۳۔ بخاری نے انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ جب حارثہ رضی اللہ عنہ شہید ہوئے تو ان کی ماں نے عرض کیا' یا رسول اللہ (ﷺ) آپ کو معلوم ہے کہ مجھ کو حارثہ (رضی اللہ عنہ) سے کتنی محبت تھی' تو اگر وہ جنت میں ہو تو بتا دیجئے میں صبر کرلوں اور اگر وہ وہاں نہ ہو تو پھر بتایئے کہ میں کیا کروں۔ تو آپ نے ارشاد فرمایا' جنتیں بہت ہیں' وہ سب سے بلند مرتبہ جنت الفردوس میں ہے۔

نوٹ: اگر حضور پرنور ﷺ زمین پر جلوہ افروز ہو کر تمام جنتوں اور جنتیوں کو اور اہل برزخ کو جانتے ہیں' تو فرمایئے کیا جنت میں تشریف فرما ہو کر یا لحد مبارک میں جلوہ گر ہو کر ہم اہل دنیا کو جانیں تو کیا بعید ہے۔ نیز اس سے مراد یہ نہیں کہ وہ قبر میں نہیں ورنہ قبروں پر تشریف لے جانے کا کیا

مطلب۔جسم کے لئے تو قبر ہی جنت بنا دی گئی اور روحوں کو دوسری جنتوں میں اڑنے پھرنے اور گھومنے کی اجازت نیز جسم اور روح کا تعلق بھی قائم رہتا ہے۔جیسا کہ تفصیل سے بیان ہو چکا۔

۴۔احمد'ابوداؤد'حاکم اور بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا' تمہارے ساتھی جنگ احد میں شہید ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی ارواح کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا کہ وہ جنت کی نہروں پر آئیں اور پھل کھائیں پھر وہ ایسی قندیلوں میں بسیرا کرتی ہیں جو عرش کے نیچے لٹکی ہوئی ہیں۔ابوسعید رضی اللہ عنہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرمائے گا' کیا ان نعمتوں سے بھی زائد کوئی اچھی نعمت ہے۔تو شہید کہے گا'ہاں مولا تعالیٰ میں پسند کرتا ہوں کہ میرے جسم میں میری روح واپس کردی جائے اور پھر تیری راہ میں قتل کیا جاؤں۔

۵۔حاکم نے ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی' حضور ﷺ تشریف فرما تھے'ان کے نزدیک اسماء بن عمیس رضی اللہ عنہا تھیں۔آپ نے اچانک سلام کا جواب فرمایا اور فرمایا' یہ جعفر رضی اللہ عنہ ہیں۔جبریل اور میکائیل علیہما السلام کے ساتھ جا رہے تھے تو ہم کو سلام کیا اور مشرکین کے ساتھ جنگ کا حال بتایا۔انہوں نے بتایا کہ میں فلاں فلاں دن مشرکین سے برسر پیکار ہوا تو میرے جسم میں تہتر نیزے اور تلوار کی چوٹیں آئیں۔جھنڈا میرے دائیں ہاتھ میں تھا' جب وہ کٹ گیا تو میں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لیا' وہ بھی کٹ گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے عوض مجھے دو بازو دیئے کہ میں جبریل و میکائیل علیہما السلام کے ساتھ پرواز کرسکوں اور جنت سے جہاں چاہوں اتر سکوں اور جنت کے کے پھلوں میں سے جو چاہوں کھا سکوں تو حضرت اسما رضی اللہ عنہا نے کہا' مبارک ہو جعفر رضی اللہ عنہ کو لیکن مجھ کو خطرہ ہے لوگ اس کی تصدیق نہ کریں گے۔تو حضور اکرم ﷺ نے منبر پر چڑھ کر اس واقعے کو بیان فرمایا۔

ان تمام روایات پر غور کرنے سے یہ اشکال پیدا ہوتا ہے کہ شہداء کی ارواح اگر جنت میں ہیں تو ان کی قبروں کی زیارت کس لئے۔اس سلسلے میں حضرت علامہ سیوطی علیہ الرحمتہ کی وضاحت ملاحظہ فرمائیے:

حافظ ابن حجر نے اپنے فتاویٰ میں کہا کہ مومنین کی ارواح علیین میں ہیں اور کافروں کی سجین میں۔پھر بھی ہر روح کو جسم کے ساتھ ایسا تعلق ہے جو جسمانی تعلق سے مختلف ہے۔اس کی مثال سونے والا ہے کہ روح کا اتصال اس کے جسم سے باقی رہتا ہے بلکہ صاحب قبر سے جو اتصال ہے وہ اس اتصال سے بھی زیادہ مضبوط ہے۔اس تقریر سے تمام احادیث کا ظاہری تعارض ختم ہو جاتا ہے کہ ارواح علیین میں ہوں یا سجین میں یا قبروں کے پاس لیکن ان کو اس امر کی اجازت ہے کہ وہ اپنے اجسام سے تعلق رکھیں اب اگر میت کو ایک قبر سے دوسری قبر میں منتقل کریں یا اس کے اجزا منتشر ہو جائیں' تب بھی یہ اتصال باقی رہتا ہے۔

مختصر یہ کہ اگرچہ کافر کو بھی برزخ میں ایک قسم کی اور ایک حد تک زندگی حاصل ہے اور ایمان والے قبروں میں اس قدر زندہ ہیں کہ سلام تک کا جواب دیتے ہیں اور صالحین کو نماز و تلاوت کی اجازت بھی ہوتی ہے۔تاہم شہداء کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ انہیں مردہ کہنے بلکہ سوچنے سے بھی روک دیا گیا۔اسی عقیدے کو مزید پختہ کرنے کے لئے شہداء کو نہ تو غسل میت ہی دیا جاتا ہے اور نہ کوئی تازہ کفن بلکہ اس کے پہنے ہوئے کپڑوں میں ہی اسے جہان فانی سے ملک بقا کی طرف الوداع کہا جاتا ہے۔چنانچہ حدیث پاک میں ہے کہ حضور ﷺ نے شہدائے احد کے جسموں سے ہتھیار اور چمڑہ یعنی پوستین اتارنے کا حکم دے کر فرمایا:

وان یدفنوا بدمائھم و ثیابھم

''اور پھر انہیں ان کے کپڑوں میں خون سمیت دفن کردیا جائے''۔

(مشکوۃ بحوالہ ابوداؤد و ابن ماجہ)

وسیلہ تاریخی واقعات کے آئینے میں

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

''نوٹ: روزنامہ نوائے وقت میں ایک دفعہ وسیلہ کے موضوع پر بحث چلی تو کئی ایک مضامین سامنے آئے۔ راقم کے بھی ایک دو مضامین شائع ہوئے تھے۔ یہ مضمون بھی اسی تناظر میں قلم بند کیا گیا تھا۔ لیکن اخبار میں بحث بند ہو گئی تھی اور شائع نہ ہو سکا۔ اب الحقیقہ میں شائع کیا جا رہا ہے۔'' ....(مدیر اعلیٰ)

اے موج دجلہ تو بھی پہچانتی ہے ہم کو　　　　رکتا نہ تھا کسی سے سیل رواں ہمارا

اللہ رب العزت نے مسلمانوں کو اس انداز میں دعا کرنے کا حکم فرمایا ہے!

''چلا ہم کو راستہ سیدھا، راستہ ان کا کہ انعام فرمایا تو نے جن پر'' (الفاتحہ:۶)

اللہ تعالیٰ نے اپنے ان انعام یافتہ بندوں کی نشاندہی سورۃ النساء کی آیت نمبر ۶۹ میں فرمادی کہ وہ انبیاء کرام، صدیقین، شہداء اور صالحین ہیں۔

آج ہر فرقے کا یہ دعویٰ ہے کہ اس کا راستہ سیدھا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے واضح فرمادیا کہ صرف وہ یہی راستہ سیدھا ہے، جس پر اس کے انعام یافتہ پیارے گزرے ہیں سیدھا اور منزل مقصود تک پہنچانے والا راستہ وہی ہے، جس کی نشان دہی تمام انبیاء کرام نے کی، پھر بنی نوع انسان کو صراط مستقیم پر چلانے کے لئے سرکار دوعالم حضور خاتم النبیین ﷺ تشریف لائے، آپ ﷺ نے قرآن کریم کے معانی اور مطالب خود واضح فرمائے۔ پھر صحابہ کرام، پھر تابعین اور تبع تابعین سے ہوتا ہوا صلحائے امت کے ذریعے اسلام ہم تک تواتر کے ساتھ پہنچا۔ یہی اللہ کریم کی رسی ہے جس کا پہلا سرا حضور نبی کریم رؤف الرحیم ﷺ کا زمانہ اقدس ہے اور اس کا دوسرا سرا آج کا دور ہے۔ اسلام اسی طرح ہمارے ذریعے ہمارے بعد آنے والے لوگوں کو ملے گا اور اس طرح اللہ تعالیٰ کی رسی کا یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اور اللہ کی رسی مضبوط تھام لو سب مل کر اور آپس میں پھٹ نہ جانا''۔ (آل عمران:۱۰۳)

رحمت کائنات فخر موجودات ﷺ نے ایک لکیر کھینچ کر فرمایا کہ یہ اللہ کا راستہ ہے پھر اس کے دائیں بائیں لکیریں کھینچ کر فرمایا کہ یہ وہ راستے ہیں جن میں سے ہر ایک پر ایک شیطان بیٹھا ہوا ہے جو لوگوں کو ورغلا رہا ہے کہ اس طرف آؤ یہ سیدھا راستہ ہے''۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے یہ آیت پڑھی۔ یہ میرا سیدھا راستہ ہے۔ اس پر چلو''۔ (مشکوٰۃ شریف)

ہر دور میں اس 'شاہراہ اعظم' پر سے کچھ لوگوں نے جب اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں کے نقش قدم کو پانے کی دعا ترک کی یا اگر کی بھی تو ان کے راستے پر چلنے کی آرزو نہ کی تو حضرات اہل اللہ سے ان کی محبت کم ہوئی تو ان کے پاؤں پھسل گئے اور وہ شیطان کے دھوکے میں آ گئے اور پھر

واپس سیدھے راستے پر نہ آسکے۔ فرقوں میں بٹتے چلے گئے۔ اس طرح افتراق وانتشار کی راہیں بنتی گئیں۔ ان میں سے کسی نے حدیث کو چھوڑا، کسی نے صحابہ کرام سے منہ موڑا، کسی نے اہل بیت اطہار کے احترام میں کمی کی اور کسی نے اولیاء کرام کی عظمت کا انکار کر دیا۔

خلاف پیمبر کسے راہ گزید!! کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید!

اب پھر کچھ لوگوں نے انبیاء کرام/ اولیاء عظام/ کے ساتھ والہانہ عقیدت ومحبت رکھنے والے مومنین پر وسیلہ واستغاثہ کی بنا پر شرک کی رٹ شروع کر دی ہے۔ اور ہمیں انعام یافتہ بندوں کے راستے سے ہٹانے کی ناکام جسارت کی ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ وسیلہ گمراہیوں کی جڑ ہے تو کوئی کہتا ہے وسیلہ شرک ہے۔

نہ خوف آہ بتوں کو نہ ڈر ہے نالوں کا بڑا کلیجہ ہے ان دل دکھانے والوں کا

۱۲۲ کتوبر ۱۹۹۹ء کے روزنامہ نوائے وقت ملی ایڈیشن میں راقم کا ایک مضمون وسیلہ کی شرعی حیثیت چھپ چکا ہے۔ اس کے بعد محترمہ رفعت ظہور، علامہ مختار علی خان رضوی اور قاری غلام شبیر غوثوی کے مضامین بھی وسیلہ کی تحقیق میں آئے ہیں۔ ماشاء اللہ انہوں نے بھی اللہ کریم کے انعام یافتہ بندوں کا خوب دفاع کیا ہے۔ اب حق کے متلاشی کے لئے مزید مضمون کی ضرورت تو نہیں رہی چونکہ بحث ہنوز جاری ہے۔ اسی لئے بندہ پھر حاضر خدمت ہے۔

یہ ہے دامن یہ ہے گریباں آؤ کوئی کام کریں موسم کا منہ تکتے رہنا کام نہیں دیوانوں کا

وسیلہ کی راہ انعام یافتہ لوگوں کی راہ ہے۔ اس پر قرآن وحدیث شاہد عادل ہیں۔ پھر بھی خدشہ تھا کہ بعد میں آنے والے لوگ اس صراط مستقیم سے ادھر ادھر نہ ہو جائیں۔ اور اللہ کریم کی رسی کو چھوڑ نہ دیں۔ اسی لئے ملت اسلامیہ کے جید علمائے کرام نے اس راہ پر اپنے نشان قدم چھوڑے ہیں جو منزل مقصود کی رہنمائی کرتے ہیں۔ آیئے ان علمائے کرام کے نشان قدم ملاحظہ فرمایئے اور ان کے پیچھے چلتے جایئے:

۱۔ الامام الحافظ ابوعبداللہ الحاکم نے المستدرک میں حدیث توسل آدم بالنبی علیہ السلام کو بیان کیا ہے اور اسے حدیث صحیح فرمایا ہے۔

۲۔ الامام الحافظ ابوبکر البیھقی نے دلائل النبوۃ میں حدیث توسل آدم کو بیان کیا ہے۔

۳۔ الامام الحافظ جلال الدین السیوطی نے الخصائص الکبری میں حدیث توسل آدم کو تحریر فرمایا ہے۔

۴۔ الامام الحافظ ابوالفرج ابن الجوزی نے الوفاء میں یہ حدیث اور دیگر مسائل توسل درج کئے ہیں۔

۵۔ الامام الحافظ القاضی عیاض المالکی نے الشفاء میں توسل سے متعلق بہت تفصیل سے لکھا ہے۔

۶۔ الامام الشیخ نورالدین المعروف بہ ملا علی قاری نے شرح شفاء میں مذکورہ مقامات پر مفید اضافہ کیا ہے۔

۷۔ العلامہ احمد شہاب الدین الخفاجی نے شرح شفاء یعنی نسیم الریاض میں مذکورہ مقامات پر اپنی طرف سے اضافہ کیا ہے۔

۸۔ الامام الحافظ القسطلانی نے المواہب اللدنیہ کے مقصد اول میں لکھا ہے۔

۹۔ العلامہ الشیخ محمد عبدالباقی الزرقانی نے شرح مواہب جلد اول میں لکھا ہے۔

۱۰۔ الامام شیخ الاسلام ابوزکریا یحییٰ النووی نے الایضاح میں لکھا ہے۔

۱۱۔ العلامہ ابن حجر الھیثمی نے حاشیہ علی الایضاح میں لکھا ہے اور ''الجوہر المنظم'' کے نام سے اس موضوع پر ان کا ایک الگ رسالہ بھی ہے۔

۱۲۔ الحافظ شہاب الدین محمد بن محمد بن الجوزی الدمشقی نے عدۃ الحصن الحصین کے فصل آداب الدعا میں لکھا ہے۔

۱۳۔ العلامہ الامام المحدث علی بن عبدالکافی السبکی نے شفاء السقام فی زیارۃ خیر الانام میں لکھا ہے۔

۱۴۔ الحافظ عماد الدین ابن کثیر نے اپنی تفسیر میں زیر آیت **ولو انھم اذظلموا انفسھم** الخ لکھا ہے۔

۱۵۔ الامام الحافظ ابن حجر نے فتح الباری ج ۲ میں ایک شخص کا واقعہ نقل کیا جو قبر نبوی علی صاحبہ الصلوٰۃ والسلام پر حاضر ہوا اور اس نے توسل کیا اور کہا کہ اس واقع کی سند صحیح ہے۔

۱۶۔ الامام المفسر ابوعبداللہ السرطبی نے بھی زیر آیت **ولو انھم اذ ظلموا انفسھم** الخ جواز توسل کے بارے میں لکھا ہے۔

۱۷۔ عالم اسلام کے عظیم محقق، مصنف شیخ العرب والعجم فضیلہ السید محمد بن علوی المالکی مکی حسینی نے مکہ مکرمہ اور مدینہ طیبہ کی پرنور فضاؤں میں صدائے حق وانصاف بلند کرتے ہوئے ''مفاہیم یجب ان تصحح'' لکھی اور اس میں توسل پر بھی سیر حاصل بحث فرمائی۔ اس عظیم کتاب پر علماء کرام نے زبردست تقاریظ لکھی ہیں۔ طرفہ تماشا تو یہ ہے کہ پاکستان کے کئی ایک مشہور دیوبندی علماء نے بھی اس کی تصدیق وتوثیق کی ہے۔ اس کے اردو تراجم پاک وہند میں چھپ چکے ہیں۔ راقم نے مندرجہ بالا علماء کرام کے نام بھی اسی کتاب سے اخذ کئے ہیں۔

۱۸۔ بین الاقوامی مقبولیت کے حامل محقق علامہ السید یوسف سید ہاشم الرفاعی (کویت) نے 'ادلۃ اہل السنۃ والجماعۃ' لکھ کر حق کی حمایت کا فریضہ عالمانہ وقار کے ساتھ انجام دیا۔ اس کتاب کی ساتویں فصل میں توسل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔

۱۹۔ مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی قادری نے ''التوسل'' کے عنوان سے ایک مبسوط اور مدلل رسالہ لکھا ہے جس میں بیسیوں مستند ماخذ کے حوالہ جات درج ہیں۔ یہ ترکی اور لاہور سے چھپ چکا ہے۔

۲۰۔ مفتی احمد یار خاں نعیمی نے ''رحمت خدا بوسیلہ اولیاء'' کے نام سے خوبصورت رسالہ لکھا ہے۔ اللہ، اللہ، کیسے کیسے جلیل القدر ارباب معرفت ''صراط مستقیم'' پر کاربند رہنے کے لئے وسیلہ کی تلقین کر رہے ہیں۔ کیسے کیسے تاجداران علم وفضل اسی جادہ حق پر چلنے کی تاکید فرما رہے ہیں۔ پس یہی صراط مستقیم ہے، یہی انعام یافتہ بندوں کی راہ ہے۔ اس راہ کو نہ چھوڑیئے، ان کے نقش قدم پر چلتے جایئے۔

ان کا سایہ اک تجلی ان کا نقش پا چراغ وہ جدھر گزرے ادھر ہی روشنی ہوتی گئی

اب آیئے تاریخی واقعات کے آئینے میں دیکھیں کہ کس طرح بزرگان امت، مجاہدوں، شہیدوں اور صدیقوں نے اللہ کریم کے انعام یافتہ بندوں کی ذات ان کے تبرکات کو وسیلہ بنایا تھا۔ چند اہم حوالے ملاحظہ فرمایئے اور ایمان کو تقویت پہنچایئے:

۱۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کو جب مشرکین مکہ نے آگ میں ڈالنا چاہا تو اتنے میں وسیلہ نجات فخر موجودات ﷺ نے اپنا دست کرم آپ کے سر پر رکھ دیا اور دعا فرمائی۔ ''اے آگ عمار پر ٹھنڈی ہو جا جیسے کہ تو ابراہیم علیہ السلام پر ہوئی تھی' اے عمار تیرے مرنے کا یہ وقت نہیں بلکہ باغیوں کا ایک گروہ تجھے قتل کرے گا''۔

آپ کا یہ فرمان سن کر آگ ٹھنڈی ہوگئی۔ بعد ازاں آپ نے شامی باغیوں کے ہاتھوں جام شہادت نوش فرمایا۔ (خصائص الکبری ج ۲)

۲۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس سرور کائنات ﷺ کے بال مبارک تھے جو انہوں نے ایک قیمتی شیشی میں بڑی احتیاط سے رکھے ہوئے تھے جب بھی کسی کو کوئی تکلیف پہنچتی یا نظر لگتی، وہ برتن میں پانی ڈال کر حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس بھیج دیتا، آپ بالوں والی شیشی نکال

کر پانی میں ہلا دیتیں، مریض وہ پانی پیتا تو صحت یاب ہو جاتا۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہا نے خود اپنا واقعہ یوں بیان فرمایا:

''میرے گھر والوں نے پانی کا ایک پیالہ دے کر مجھے حضرت ام سلمہ (رضی اللہ عنہ) کے پاس بھیجا' کیونکہ جب بھی کسی کو نظر لگتی یا کوئی تکلیف پہنچتی وہ ان کی طرف برتن بھیج دیتا تھا۔ پس آپ حضور ﷺ کے بال مبارک نکالتیں جو چاندی کی ایک ڈبیا میں رکھے ہوئے تھے۔ ڈبیا کو پانی میں حرکت دیتیں، بعد میں مریض وہ پانی پی لیتا''۔ (مشکوٰۃ شریف)

۳۔ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''جب حضرت انیس بن مالک کے وصال کا وقت آیا تو آپ نے وصیت فرمائی' مردے کے کفن اور چہرے پر جو کافور وغیرہ ملا جاتا ہے، اس میں وہ خوشبو بھی ملائی جائے جس میں حضور ﷺ کا پسینہ مبارک ہے چنانچہ ان کی اس وصیت پر عمل کیا گیا''۔ (بخاری شریف ج ۲)

۴۔ میدان جنگ میں حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ کے سر پر ہمیشہ ایک ٹوپی رہتی تھی۔ جسے وہ بڑے اہتمام کے ساتھ پہن کر جنگ کے لئے نکلا کرتے تھے۔ معرکہ یرموک میں آپ کے سر سے وہ ٹوپی گر گئی۔ تو نہایت پریشان ہوئے۔ اور جان کو خطرے میں ڈال کر اس ٹوپی کی طرف لپکے اور اس وقت چین لیا جب وہ دوبارہ مل گئی۔

بعد میں انہوں نے بتایا یہ کوئی معمولی ٹوپی نہیں ہے بلکہ اس میں حضور ﷺ کی پیشانی مبارک کے بال رکھے ہوئے تھے۔ یہ ٹوپی پہن کر جب بھی میدان میں نکلتا ہوں ہمیشہ فتح و نصرت قدم چومتی ہے اور میدان ہمارے ہاتھ رہتا ہے۔ (حجۃ اللہ علی العالمین)

ان واقعات سے ثابت ہوا کہ صحابہ کرام کے نزدیک ان مقدس بالوں کی کتنی قدر و منزلت تھی اور پھر آخر الذکر صحابی حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ جن کی شان میں خود وسیلہ کائنات فخر موجودات ﷺ نے فرمایا کہ '' خالد اللہ کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے'' ان کی یہ حالت کہ ایسے نازک وقت میں جب کہ دشمن خنجر بہ کف ان کے سر پر تھا۔ بڑی بے تابی سے ٹوپی طلب فرما رہے ہیں۔ جس میں حضور اکرم ﷺ کے موئے مبارک ہیں۔

وہ مضمون نگار جو ''وسیلہ'' کو شرک سے کم نہیں سمجھتے اس صحابی رسول کے بارے میں کیا کہیں گے؟

ترچھی نظروں سے نہ دیکھو عاشق دلگیر کو — کیسے تیرانداز ہو؟ سیدھا تو کر لو تیر کو

۵۔ مخبر صادق نبی رحمت ﷺ کی ہدایت اور نشاندہی پر دور خلافت راشدہ میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم دونوں حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ جو جلیل القدر تابعین میں سے ہیں کی ملاقات و زیارت کے لئے پہنچے اور رحمت کائنات ﷺ کا لباس مبارک پیش کرتے ہوئے سلام پہنچا کر امت محمدی کے حق میں دعا کرنے کا پیغام بھی دیا، آپ نے حضور اکرم ﷺ کا لباس مبارک کچھ فاصلے پر لے جا کر اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ یارب! جب تک تو میری سفارش پر امت محمدی کی مغفرت نہ فرما دے گا۔ میں سرکار دو عالم ﷺ کا لباس مبارک ہرگز نہ پہنوں گا کیونکہ تیرے نبی ﷺ نے اپنی امت کو میرے حوالے کیا ہے۔ چنانچہ ندائے غیبی آئی کہ ہم نے تیری سفارش پر کچھ افراد کی مغفرت کر دی ہے۔ لیکن آپ نے پھر عرض کیا کہ پوری امت کی مغفرت فرما دے' جواب ملا کہ ہم نے ایک ہزار افراد کی بخشش کر دی۔ اسی طرح آپ مشغول دعا تھے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت علی شیر خدا کرم اللہ وجہہ الکریم آپ کے سامنے پہنچ گئے اور جب آپ نے سوال کیا کہ آپ دونوں کیوں آ گئے؟ میں تو جب تک پوری امت کی مغفرت نہ کروا لیتا اس وقت تک یہ لباس کبھی نہ پہنتا۔ آپ نے حضور اکرم ﷺ کا فرستادہ لباس زیب تن کر لیا اور

فرمایا کہ میری سفارش پر بنو ربیعہ اور بنومضر کی بھیڑوں کے بالوں کے مساوی اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی مغفرت فرمادی ہے۔ ملخصاً (دیکھئے تذکرۃ الاولیاء)

۶۔ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ جن کا علمی مرتبہ پوری امت میں مسلم ہے۔ آپ نے حضرت موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کے مزار مبارک سے توسل حاصل کیا ہے۔ آپ فرماتے ہیں! ''حضرت امام کاظم علیہ الرحمہ کی قبر، دعا کی قبولیت کے لئے تجربہ شدہ تریاق ہے۔'' (اشعۃ اللمعات باب زیارت القبور)

معلوم ہوا حضرت امام شافعی علیہ الرحمۃ بزرگوں کے مزارات پر کثرت سے حاضر ہوا کرتے تھے اور وہاں حاضر ہو کر دعائیں مانگتے تھے، جب آپ کی بے شمار دعائیں مقبول ہوئیں تو آپ کو اندازہ ہوگیا کہ یہ جگہ دعا کی قبولیت کے لئے اکسیر ہے، اس تجربہ کے بعد آپ نے لوگوں کو بتایا کہ یہ مزار اقدس تریاق مجرب ہے۔

۷۔ حضرت امام شرف الدین بوصیری علیہ الرحمہ ایک عارف باللہ اور عاشق رسول اللہ تھے۔ ابتداء میں ایک قصیدہ گو شاعر تھے کہ اچانک فالج کا حملہ ہوا۔ علاج معالجہ کیا۔ مگر افاقہ نہ ہوا، بیماری نے طول کھینچا تو دوست احباب سب ساتھ چھوڑ گئے۔ حتیٰ کہ عزیز واقارت تک بیزار ہوگئے۔ ایسے عالم میں آپ نے بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ایک نعتیہ قصیدہ پیش کر کے ذات اقدس ﷺ کو اپنا وسیلہ بنایا، قصیدہ پڑھتے رہے، روتے رہے اور رسول پاک ﷺ کے وسیلے سے دعائیں کرتے رہے حتیٰ کہ روتے روتے سو گئے خواب میں مدنی تاجدار ﷺ تشریف لائے اور قصیدہ سنا اور اپنا دست شفا مفلوج بدن پر پھیرا اور ایک چادر اوڑھادی۔ جب آنکھ کھلتی ہے تو چادر موجود ملتی ہے اور مرض کا نام ونشان نہیں ہے۔ آپ کا یہ قصیدہ بردہ شریف (چادر والا قصیدہ) مشہور ہوگیا۔ (برکات بردہ، انوار بردہ) صدیاں گزر گئیں مگر اس قصیدہ کی مقبولیت میں کمی نہیں آئی۔ آج بھی کئی خوش نصیب باقاعدگی سے بردہ شریف بطور وظیفہ پڑھ کر اس کی برکتوں سے فیض یاب ہوتے ہیں۔

اقبال کس کے عشق کا یہ فیض عام ہے   رومی فنا ہوا ، حبشی کو دوام ہے

۸۔ حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ الرحمہ کے مزار اقدس کے بارے میں مشہور محدث ابو علی خلال علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

''جب بھی مجھ کو کوئی مشکل پیش آتی اور میں حضرت موسیٰ کاظم علیہ الرحمۃ کی قبر پر حاضر ہو کر ان کے توسل سے دعا کرتا تو اللہ تعالیٰ میری مراد برلاتا''، (روحانی حکایات)

۹۔ حضرت معروف کرخی علیہ الرحمۃ کی قبر مبارک کے بارے میں حضرت خطیب بغدادی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں!

''حضرت معروف کرخی علیہ الرحمہ کا مزار حاجتیں پوری کرنے کے لئے مجرب ہے۔ چنانچہ ایک سو مرتبہ سورہ اخلاص پڑھ کر جو دعا بھی ان کی قبر کے پاس مانگی جائے وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔'' (روحانی حکایات)

۱۰۔ حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ایک سال بصرہ میں بالکل بارش نہیں ہوئی اور شدید قحط پڑ گیا، کئی بار لوگ نماز استقاء بھی پڑھ چکے لیکن دعا کی مقبولیت کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا پھر بہت سے صالحین اور مکتبوں کے بچے استقاء اور دعا کے لئے عیدگاہ میں نکلے مگر دوپہر تک کچھ بھی دعا کا اثر ظاہر نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ تمام لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے۔ صرف میں اور ثابت بنانی عیدگاہ میں رہ گئے۔ رات کا اندھیرا ہو گیا اتنے میں ایک غلام حبشی اون کا جبہ پہنے ہوئے عیدگاہ میں داخل ہوا اور دو رکعت نماز پڑھ کر اس نے اس طرح دعا مانگی کہ الٰہی! تو کب تک اپنے بندوں کو اپنے در سے نامراد واپس کرتا رہے گا؟ کیا تیرے خزانوں میں کچھ کمی آگئی ہے؟ یا اللہ! میں تجھ کو اس محبت کی قسم دلاتا ہوں جو تجھ کو مجھ سے ہے کہ تو ابھی ابھی فوراً بارش بھیج دے۔ حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی ایسی موسلا دھار بارش شروع

ہوگئی کہ گویا آسمان نے اپنی مشکوں کے منہ کھول دیئے۔اس کی کرامات سے متاثر ہو کر میں نے اس کو خرید لیا اور اپنے گھر لایا۔اس نے اپنا نام میمون بتایا، بعدازاں اس کی وفات کے بعد آج تک ہم لوگ اس کی قبر مبارک کو وسیلہ بنا کر خداوند تعالیٰ سے بارش کی دعا مانگتے اور اپنی حاجتیں طلب کرتے رہتے ہیں۔ملخصاً۔(روحانی حکایات)

حضرت مالک بن دینار علیہ الرحمہ جیسے علم و عمل کے آفتاب عالم تاب کا یہی عقیدہ تھا کہ اہل اللہ کی قبریں مقبولیت دعا کے لئے بڑا ہی خاص مقام ہیں یقیناً یہ لوگ منجانب اللہ ایسے سیف زبان ہوتے ہیں کہ اگر وہ کسی بات کی قسم کھا جائیں تو اللہ تعالیٰ ضرور ان کی قسموں کو پورا فرما دیتا ہے۔

الٰہی! کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں   جلا سکتی ہے شمع کشتہ کو موج نفس ان کی

۱۱۔سمرقند میں حضرت سید ابوالحسن ہمدانی علیہ الرحمہ کا مرقد اطہر ہے۔آپ بھی علمائے شریعت اور مشائخ طریقت و حقیقت میں سے ہیں۔جو پتھر آپ کے مزار پر انوار کے سرہانے لگا ہوا ہے وہ آپ کوہ حرا سے لائے تھے یعنی اس مقام سے جہاں رسول اللہ ﷺ پر وحی نازل ہوئی تھی اور سید ابوالحسن ہمدانی علیہ الرحمہ نے وصیت کی تھی کہ ان کی قبر کے سرہانے رکھیں اور اس زمانے میں ضرورت مند اور بیمار لوگ اس کے پاس جاتے ہیں۔ان کی ضرورتیں پوری ہوتی ہیں اور بیماروں کو شفا ہوتی ہے۔(تاریخ مزارات بخارا)

۱۲۔ایک مرتبہ حضرت شیخ نصیرالدین چراغ دہلوی علیہ الرحمہ جو بلند پایہ عالم دین اور زہد و تقویٰ کے امام تھے کو بادشاہ نے زبردستی دہلی چھوڑ دینے کا حکم دے دیا تو آپ نارنول کے مشہور بزرگ شیخ محمد ترک علیہ الرحمہ کے مقبرہ کی طرف متوجہ ہوئے اور مراقبہ میں چلے گئے جب مراقبے سے سر اٹھایا تو ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو کوئی مشکل درپیش ہو اور وہ اس روضہ کی طرف متوجہ ہو تو امید ہے کہ اس کی مشکل آسان ہو جائے گی۔یہ سن کر ایک بے باک نے کہا کہ حضرت! آپ تو خود اس وقت ایک بہت بڑی مشکل میں پھنسے ہوئے ہیں۔حضرت نے فرمایا کہ ہاں اسی لئے تو میں کہتا ہوں کہ خداوند تعالیٰ اس مزار کی برکت سے میری مشکل آسان فرما دے گا۔چنانچہ آپ نارنول سے دو تین منزل آگے نہ گئے ہوں گے۔کہ بادشاہ کی موت کی اطلاع ملی اور آپ واپس دہلی چلے گئے۔(روحانی حکایات)

۱۳۔مشہور سپہ سالار اور مجاہد اسلام سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ کو بچپن میں ان کے والد نے سیدنا غوث پاک شیخ عبدالقادر جیلانی محبوب سبحانی علیہ الرحمہ کی خدمت عالی میں پیش کر کے عرض کیا تھا کہ یا حضرت! اس بچے کے سر پر ہاتھ رکھ دیں اور دعا فرمائیں کہ یہ اسلام کا مجاہد بنے۔ چنانچہ حضرت نے دعا فرمائی اور بشارت دی کہ انشاء اللہ اس کے ہاتھ سے بہت بڑی اسلامی فتوحات حاصل ہوں گی اور یہ اسلام کا فاتح اعظم بنے گا چنانچہ صلیبی جنگوں میں بیت المقدس انہی کے ہاتھوں فتح ہوا اور یورپ کے بڑے بڑے عیسائی بادشاہوں کا متحدہ لشکر بھی اس کی مجاہدانہ شان کے سامنے نہ ٹھہر سکا۔غرض کہ سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ نے صلیبی جنگوں میں سارے یورپ کی متحدہ فوجوں کو شکست فاش دی یہ سب حضور غوث پاک علیہ الرحمہ کی شان کرامت اور دعاؤں کا نتیجہ تھا۔(پیران پیر)

جو جذب کے عالم میں نکلے لب مومن سے   وہ بات حقیقت میں تقدیر الٰہی ہے

۱۴۔خدائی یلغار کا بے خوف، نڈر اور غیرت مند نمازی حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ نے ہندوستان پر متعدد حملے کئے مگر سومنات کی بت شکنی میں جب تاخیر ہوئی تو اس پریشانی کے عالم میں خرقان کی جلیل القدر ہستی حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور گزارش کی حضرت! دعا فرمائیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے سومنات کا قلعہ فتح کرنا نصیب کرے۔حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ نے دعا فرمائی اور اپنا کرتہ دے کر فرمایا

کہ اب جب تم حملہ کی غرض سے ہندوستان جاؤ تو نماز کے بعد میرا یہ کرتہ ہاتھ میں پکڑ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا۔ اللہ تعالیٰ تمہیں عظیم الشان فتح سے ہمکنار کرے گا۔''

''چنانچہ ایسا ہی ہوا اور سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ جب ہندوستان گئے تو اس کرتہ کے وسیلہ سے فاتح سومنات اور بت شکن بن کر واپس لوٹے اور آنے کے فوراً بعد حضرت ابوالحسن خرقانی علیہ الرحمہ کی خدمت میں حاضری دی۔'' (تذکرۃ الاولیاء سیارہ ڈائجسٹ اولیاءِ کرام نمبر ا جلد دوم اللہ کے شیر)

''نوائے وقت کے مضمون نگار فرحت علی بیگ کو چیونٹی کا دیوار پر چڑھنا، گرنا اور بالآخر کامیاب ہونا تو نظر آ گیا مگر افسوس حضرت سلطان محمود غزنوی علیہ الرحمہ کی کامیابی کا یہ اصل تاریخی واقعہ نظر نہ آیا یا اگر آیا تو پھر نظر توجہ سے کیوں ہٹایا!

ع ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

۱۵۔ سلطان الہند حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری علیہ الرحمۃ نے حضور داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمہ کے مزار شریف پر حاضری دی، چلہ کاٹا۔ فراغت کے بعد آپ نے حضور داتا علیہ الرحمہ کی شان میں یہ شعر فرمایا جو زبان زد عام ہے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را رہنما

کفرستان ہند میں خواجہ کے وسیلہ سے فیض روحانی عام ہوا، ہندوستان میں اذانوں کی آوازیں بلند ہوئیں۔ نوے لاکھ ہندو آپ کے دست حق پرست پر حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔ اسی طرح آپ نے پرتھوی راج کو بھی دعوت اسلام دی اور فرمایا اگر ایمان نہ لایا تو میں لشکر اسلام کے ہاتھوں اسے زندہ گرفتار کرادوں گا۔ پرتھوی راج نے اسلام قبول کرنے سے نہ صرف انکار کر دیا بلکہ حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کو کہلا بھیجا کہ آپ ہماری سرحد سے باہر نکل جاؤ'' آپ نے جواب میں فرمایا ''مت گھبراؤ، چند دنوں میں شہاب الدین غوری آ رہا ہے اس وقت تقدیر فیصلہ کر دے گی کہ اجمیر کی سرحد سے کون نکلتا ہے؟۔ اس واقعہ کے چند ہی دنوں کے بعد سلطان شہاب الدین غوری علیہ الرحمہ کو خراسان میں آپ نے خواب میں اشارہ فرمایا کہ جلد ہندوستان کی طرف روانہ ہو، بادشاہت کا سہرہ تیرے سر کے لئے مقدر ہو چکا ہے۔ اور پرتھوی راج کو گرفتار کر کے اسے کیفر کردار تک پہنچا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ دن بھر گھمسان کی جنگ ہوئی اور شام ہوتے ہوتے شہاب الدین غوری نے یہ عظیم معرکہ سر کر لیا۔

پرتھوی راج گرفتار کر لیا گیا۔ اس کے بعد شہاب الدین غوری اجمیر مقدس حاضر ہوا اور خواجہ معین الدین اجمیری علیہ الرحمہ کے دست حق پرست پر بیعت بھی کی۔ (ہند کے راجہ) حکومت پاکستان نے شہاب الدین غوری علیہ الرحمہ ہی کی نسبت سے ''غوری میزائل'' بنایا ہے۔

مدد کو رحمت پروردگار آتی ہے پکارتا ہے اگر کوئی یا غریب نواز

۱۶۔ حضرت ٹیپو سلطان علیہ الرحمہ کا نام تاریخ اسلام میں نہایت روشن اور نمایاں ہے۔ ٹیپو سلطان علیہ الرحمہ کی والدہ ماجدہ کا نام فخر النساء بیگم تھا۔ ان کے بطن سے قریباً چار سال تک کوئی اولاد نہ ہوئی تو نواب حیدر علی علیہ الرحمہ نے حضرت ٹیپو مستان ولی علیہ الرحمہ کے آستانہ پر دعا مانگی تو ان کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنی رحمت سے نوازا اور فرزند بلند اقبال عطا فرمایا۔ چنانچہ ٹیپو سلطان کا نام ''ٹیپو'' انہی حضرت ٹیپو مسطان ولی علیہ الرحمہ کی نسبت سے رکھا گیا۔

بچپن میں ایک دن ٹیپو سلطان بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے کہ ایک ولی اللہ کا وہاں سے گزر ہوا۔ وہ سلطان کو دیکھ کر رک گئے اور پاس آ کر

سلطان کے سر پر ہاتھ پھیرا، پیار کیا اور فرمایا کہ تم ایک روز اس ملک کے بادشاہ بنو گے اور جب وہ وقت آئے تو اس مندر کی جگہ شاندار مسجد تعمیر کرنا، سلطان نے اس ولی اللہ سے وعدہ کر لیا، ولی اللہ نے دعا دی اور فرمایا اس مسجد کی وجہ سے لوگ تمہیں کبھی نہ بھلا سکیں گے۔ چنانچہ نے سرلنگاپٹم کی فتح کے بعد ہندوؤں سے وہ مندر قیمتاً خریدا اور مسجد اعلیٰ تعمیر فرمائی۔

آپ ہر خط کے آغاز میں ''اللہ کافی'' اور ''نبی مالک'' لکھتے تھے اسی طرح ہر کتاب کے آغاز میں اللہ تعالیٰ کا نام پاک، رسول پاک ﷺ کا اسم مبارک، پنجتن پاک اور خلفائے راشدین کے نام لکھتے تھے۔ اس عظیم مجاہد نے انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے جام شہادت نوش فرمایا تھا۔ (مردمومن ٹیپو سلطان شہید)

صف باطل میں برپا ہو قیامت جن کے آنے سے　　　الٰہی! پھر سے ٹیپو سا ہو کوئی شیر نر پیدا

تاریخی واقعات کی روشنی میں قارئین کو کہاں تک لے جائیں یہ تو تاریخ اسلام کی چند نمایاں شخصیات کے ایمان افروز واقعات ہیں ورنہ اگر تمام مشاہیرات کے اس قسم کے واقعات کو احاطہ تحریر میں لایا جائے تو کئی دفتر درکار ہوں گے اور یہ بھی ملت اسلامیہ کے درد نے لکھوا دیا ہے ورنہ

دو قدم بھی نہیں چلنے کی ہے طاقت مجھ میں　　　عشق کھینچے لئے جاتا ہے میں کیا جاتا ہوں

الحاصل یہ ہے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ بندوں کا سیدھا راستہ جس پر ہر دور کے عالم، ولی، صدیق شہید اور غازی چلتے رہے ہیں اور آج تک ان کے قدموں کے نشانات مل رہے ہیں۔ ہم بھی انہی نشانات کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان پر چل رہے ہیں۔

شب ظلمت میں اجالے کی خبر دیتے ہیں　　　یہ ہیں وہ لوگ جو پیغام سحر دیتے ہیں

پس وسیلہ اللہ کریم کے مقبول بندوں کے ساتھ رابطے کی ایک حسین کڑی ہے، اس کڑی کو نہیں توڑا جا سکتا۔ وسیلہ اللہ کریم کے پیاروں سے عشق و محبت کا ایک ایسا بندھن ہے جسے کھولا نہیں جا سکتا۔ جو لوگ وسیلہ کا انکار کر رہے ہیں وہ گروہ اصفیاء اور مشاہیر امت کی عام رہگذر کے خلاف ایک نئی اور باطل راہ کھول رہے ہیں۔ بارگاہ الٰہی میں خاصان خدا کو وسیلہ بنانا ایک مشروع عمل ہے۔ جو اس کو شرک کہتے ہیں وہ یقیناً غلطی پر ہیں۔ سرور کائنات فخر موجودات ﷺ نے فرمایا ہے: ''خدا کی قسم مجھے یہ خوف نہیں ہے کہ تم میرے بعد شرک کرو گے بلکہ مجھے خوف اس بات کا ہے کہ تم دنیا دار بن جاؤ گے''۔ (بخاری شریف)

حیرت ہے کہ ہمارے نبی کریم ﷺ کو اپنی تعلیمات پر اتنا اعتماد ہو کہ آپ قسم کھا کر اپنی امت کے مشرک نہ ہونے کی پیشن گوئی فرمائیں اور ادھر یہ حضرات ہیں کہ انہیں امت محمدی کی اکثریت شرک میں مبتلا نظر آتی ہے! امت کی اکثریت کا کسی گمراہی پر جمع ہونا ناممکن ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''تم سواد اعظم کی پیروی کرو جو اس سے جدا ہوا جہنمی ہے۔'' (مشکوۃ المصابیح)

ہر آدمی کو اپنی سمت درست کر لینی چاہئے اگر وہ بڑی جماعت سے کٹا ہوا ہے تو وہ ان نفوس قدسیہ کے نقش قدم پر آ جائے اور ان کی راہ پر چل پڑے ورنہ کل پچھتائے گا پھر یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ آؤ آخر میں صراط مستقیم پر ثابت قدمی کے لئے دعا کریں۔

ہمیں ان کے نقش قدم پر چلا　　　بنا تو ہمارا انہیں رہنما

وہ بندے جو ہیں تیرے انعام یاب　　　جو تیری عنایت سے ہیں کامیاب

آمین ثم آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ والہ واصحابہ اجمعین

بابا کرموں اور اس کے بیٹے

شیخ الحدیث مفتی غلام رسول قاسمی مدظلہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بابا کرم دین ایک نہایت سادہ اور بھولا انسان تھا۔لوگ اسے بابا کرموں کہتے تھے۔بابا کرموں کے چار بیٹے تھے۔اس نے تین بیٹوں کو سکول کالج کی خوب تعلیم دلائی۔چوتھا بیٹا ان پڑھ تھا اور کھیتی باڑی کرتا تھا۔

پڑھے لکھے بیٹوں میں سے ایک بیٹا ملازمت کے سلسلے میں سعودی عرب چلا گیا۔دوسرا بیٹا ایران چلا گیا اور تیسرا بیٹا اعلیٰ تعلیم کے سلسلے میں لاہور یونیورسٹی میں داخل تھا اور اس کی رہائش کلمہ چوک کے قریب گلیکسی ہاسٹل میں تھی۔

ایسا ہوا کہ اس کا سعودی عرب والا بیٹا سعودیہ میں رہ کر وہابی ہو گیا۔اس نے رفع یدین وغیرہ شروع کر دیا اور جب بھی اپنے گاؤں آتا تو اپنے باپ دادا اور پورے گاؤں والوں کو کافر اور مشرک کہتا۔بابا کرموں اس کی باتوں سے سخت پریشان رہنے لگا۔بابا اپنے بیٹے کو کئی علماء کے پاس لے کر گیا۔مگر وہ کسی سے قائل نہ ہوا۔اگر وہ لڑکا کسی عالم کے سامنے لاجواب ہو جاتا تو کہتا تھا کہ اس کا جواب میں اپنے علماء سے پوچھ کر دوں گا۔بابے کو اس بات پر غصہ آ جاتا تھا۔بابا کہتا تھا کہ اب تم علماء سے رابطہ رکھتے ہو۔وہابی ہونے سے پہلے اپنی سنی علماء سے رابطہ کیوں نہیں رکھا؟

مختلف علماء سے اپنے بیٹے کی بحث سن سن کر کچھ باتیں بابے کی سمجھ میں بھی آ چکی تھیں۔بابے نے ہر بحث میں اپنے بیٹے کی دو باتیں بار بار سن رکھی تھیں۔پہلی یہ کہ اس کا بیٹا ہر حدیث کو ضعیف کہہ دیتا تھا۔دوسری یہ بات کہ سعودی عرب والے کیسے غلط ہو سکتے ہیں جب کہ سعودی عرب دین کا مرکز ہے وہیں سے دین پھوٹا اور ساری دنیا تک پہنچا۔بابا یہ باتیں سن کر خود بھی اپنے مذہب سے ڈگمگا گیا۔

بیٹے کی یہ دو باتیں سن سن کر بابا اپنے بیٹے سے پہلے یہی سوال علماء پر داغ دیتا تھا۔

ایک عالم سے لڑکے کی بحث اس طرح ہوئی۔اس لڑکے نے کہا رفع یدین (نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد کانوں تک ہاتھ اٹھانا) چار سو احادیث سے ثابت ہے۔عالم نے کہا وہ تمام احادیث مجھے مکمل سند اور اصل الفاظ کیساتھ گنواؤ۔لڑکے کا منہ بند ہو گیا پھر کہنے لگا مجھے تو معلوم نہیں میں نے مولوی صادق کی کتاب صلوٰۃ الرسول میں پڑھا ہے۔

پھر کہنے لگا رفع یدین پر احادیث کو تعداد کو چھوڑیئے۔بہر حال صحیح بخاری میں حدیث موجود ہے کہ نبی کریم ﷺ رکوع سے پہلے اور رکوع کے بعد رفع یدین کرتے تھے اسی ایک مسئلے پر تحقیق کر کے میں اہل حدیث ہوا ہوں۔

عالم نے کہا صرف ایک مسئلے پر تحقیق کر کے آپ نے پورا مسلک کیوں تبدیل کر لیا۔یہ تو تحقیق کا نہایت ناقص اور جلد باز طریقہ ہے۔آپ کے نزدیک رفع یدین ثابت ہوتے ہی تقلید کا مسئلہ، آمین بالجہر کا مسئلہ، فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ، تین طلاق کا مسئلہ، نماز تراویح کا مسئلہ وغیرہ وغیرہ خود بخود کیسے حل ہو گئے۔آپ کا فیصلہ نہایت جاہلانہ بلکہ احمقانہ ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رفع یدین تو شافعی اور حنبلی بھی کرتے ہیں۔ بلکہ کسی حد تک شیعہ بھی کرتے ہیں۔آپ اس ایک مسئلے پر مطمئن ہونے کے بعد اہل حدیث ہونے کی بجائے شافعی یا حنبلی یا شیعہ کیوں نہیں ہو گئے؟ مثلاً ایک آدمی کی تحقیق یہ ہو کہ داڑھی کو مطلق چھوڑ دینا چاہئے اسے کترانا نہیں چاہئے۔اس تحقیق کے بعد وہ سکھ ہو جائے اور کہنا شروع کر دے کہ میں صرف اور صرف داڑھی کے مسئلے پر تحقیق کرنے کے بعد سکھ ہوا ہوں۔تو بتائیے کہ اس کی یہ بات معقول ہو گی؟

لڑکے کو یہ باتیں کڑوی لگیں مگر ان باتوں میں صداقت موجود تھی۔لاجواب ہو کر کہنے لگا میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔

پھر کہنے لگا آخر سعودی عرب والے رفع یدین کیوں کرتے ہیں۔سعودی عرب دین کا مرکز ہے وہاں سے دین پھوٹا ہے اور وہاں چودہ سو سال سے رفع یدین ہوتا چلا آ رہا ہے۔عالم نے کہا آپ بے شک رمضان شریف میں ٹی وی پر نماز کا منظر دیکھ لینا۔آپ کو ہر طرح کے لوگ مل جائیں گے۔بلکہ ٹی وی پر کئی امام نظر آ رہے ہوتے ہیں۔کوئی رفع یدین کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔کوئی سینے پر ہاتھ باندھتا ہے اور کوئی ناف کے پاس۔کوئی آمین اونچی کہتا ہے اور کوئی آہستہ۔یہ آپ کو کس نے سکھایا ہے کہ سعودی عرب والے سارے اہل حدیث ہیں؟ وہاں تو ایک آدمی بھی غیر مقلد (اہل حدیث) نہیں ہے۔وہ سب کے سب حنبلی، شافعی، مالکی اور حنفی ہیں۔وہاں حنبلیوں کی اکثریت ہے۔اور یہ سب اہل سنت ہوتے ہیں۔اور اماموں کے مقلد اور پیروکار ہوتے ہیں۔جب کہ اہل حدیث کے نزدیک امام کی پیروی شرک اور گمراہی ہے۔

پھر یہ کہ سعودی عرب میں ''ض'' داد کی طرح پڑھا جاتا ہے جب کہ پاکستان کے وہابی اور شیعہ دونوں اسے 'زاد' پڑھتے ہیں۔دین اگر عرب سے پھوٹا ہے تو عربوں کو کم از کم 'ض' پڑھنا تو آتا ہوگا؟

پھر یہ بتاؤ کہ سعودی عرب والے بیس رکعت تراویح پڑھتے ہیں۔ہر سال ٹی وی پر اس کا ثبوت دیکھ سکتے ہو۔اب بتاؤ کہ جہاں سے دین پھوٹا وہاں بیس تراویح پڑھی جاتی ہیں۔اور پاکستان کے وہابی (اہل حدیث) آٹھ تراویح پڑھتے ہیں۔اس وقت انہیں سعودیہ کی مرکزیت یاد نہیں آتی؟ سعودیہ والے ایک مجلس کی تین طلاقوں کو تین ہی شمار کرتے ہیں۔جب کہ پاکستانی وہابی تین طلاقوں کو شیعوں کی طرح ایک ہی شمار کرتے ہیں۔اس کی بے شمار دوسری مثالیں بھی موجود ہیں۔اب بتاؤ کہ اگر تم سعودی عرب کو دین کا مرکز مانتے ہو تو پھر ان تمام مسائل کو دیکھ کر تم اہل سنت کیوں نہیں ہو جاتے؟ آپ کچھ لوگوں کو رفع یدین کرتے ہوئے دیکھ کر متاثر ہو گئے تھے تو تمام کے تمام لوگوں کو بیس رکعت تراویح پڑھنا دیکھ کر متاثر کیوں نہیں ہوتے؟

اس عالم کے دلائل نے اس لڑکے کی تباہی مچا دی مگر وہ کہنے لگا کہ میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔بابا اس بات پر گرم ہو جاتا تھا مگر وہ عالم دین بابے کو سمجھا کر ٹھنڈا کر دیتے تھے۔

لڑکے نے کہا میں اپنے علماء سے سمجھ کر آؤں گا اور انشاءاللہ دلائل کی روشنی میں آپ کو کوفے پہنچا دوں گا۔

عالم دین نے کہا آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔آپ مجھے کوفہ پہنچا دیں۔وہاں میری ملاقات مولا علی شیر خدا رضی اللہ عنہ سے ہو جائے گی۔سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مل لوں گا۔امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کی گلیاں دیکھ لوں گا۔لیکن بیٹا میں انشاءاللہ تعالیٰ تجھے دلائل کی روشنی میں نجد پہنچا دوں گا۔جس کے بارے میں نبی کریم رضی اللہ عنہ نے فرمایا ہے کہ **ھناک الزلازل و الفتن** یعنی نجد میں زلزلے ہوں گے اور فتنے ہوں گے اور وہاں سے شیطانی ٹولہ نکلے گا (بخاری، مشکوٰۃ صفحہ ۵۸۲)

اسی نجد میں محمد بن عبدالوہاب نجدی پیدا ہوا تھا۔جس کے تم پیروکار ہو۔وہاں جا کر اپنے وڈیرے سے مل لینا۔پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر ہے۔

لڑکے نے کہا آپ نے مجھ پر کیچڑ اچھالا ہے عالم نے کہا بیٹا پہلے تم نے کیچڑ اچھالا تھا اور مجھ پر نہیں بلکہ میرے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑ

اچھالا تھا اور مجھ پر نہیں بلکہ میرے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ پر کیچڑ ااچھالا تھا۔ اوران کے شہر کوفہ کی توہین کی تھی۔ میں نے تو صرف جوابی کاروائی کی ہے۔

اس لڑکے نے کہا۔ آپ رفع یدین ترک کرنے کا ثبوت دیجئے۔ عالم نے کہا۔ اس کا ثبوت بخاری میں بھی موجود ہے۔ مسلم میں بھی موجود ہے اور بے شمار دوسری کتابوں میں بھی موجود ہے۔ مثلاً حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے حدیث لی گئی ہے۔ کہ آپ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم ﷺ کو بے شمار مرتبہ رفع یدین کئے بغیر نماز پڑھتے دیکھا ہے۔ یہ حدیث مسند امام اعظم اور موطا امام محمد میں موجود ہے۔

اس لڑکے نے کہا یہ حدیث دکھائیں۔ عالم دین نے حدیث اصل کتابوں میں دکھادی۔ اس لڑکے نے حدیث نوٹ کر لی اور کہنے لگا کہ میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔

گفتگو کافی طویل ہو چکی تھی۔ عالم دین نے فرمایا کہ جاؤ اپنے علماء سے پوچھ لو۔ پھر دوبارہ تشریف لے آنا وہ باپ بیٹا دونوں چلے گئے۔

اگلے دن وہ لڑکا اپنے علماء سے خوب معلومات لے کر دوبارہ آ گیا۔ آتے ہی کہنے لگا کہ مسند امام اعظم اور موطا امام محمد معتبر کتابیں نہیں اور آپ کی پیش کردہ حدیث ضعیف ہے۔

عالم دین نے کہا کہ اگر ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے رفع یدین ترک کرنے والی احادیث صحاح ستہ میں بھی موجود ہوں تو پھر؟

لڑکے نے کہا۔ پھر ٹھیک ہے۔ آپ دکھادیجئے۔ عالم دین نے فرمایا ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے لوگوں سے فرمایا کہ میں تمہیں نبی کریم ﷺ والی نماز پڑھ کر دکھاؤں؟ آپ نے نماز پڑھ کر دکھائی۔ اور صرف شروع میں رفع یدین کیا، بعد میں پوری نماز میں رفع یدین نہیں فرمایا۔ یہ حدیث ترمذی، ابوداؤد، نسائی اور امام بخاری کی جزء ورفع یدین وغیرہ میں موجود ہے۔

اب بتاؤ کہ مسند امام اعظم اور موطا امام محمد پر تو آپ نے فوراً زبان درازی کر دی۔ مگر صحاح ستہ کے مصنفین اور امام بخاری تک نے اس کی تائید کر دی ہے۔ یاد رکھو کہ جو حدیث امام اعظم اور ان کے شاگرد بیان کر دیں۔ (جو پہلی اور دوسری صدی کے لوگ ہیں) تو ایسی حدیث پایہ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ اب اس کو ضعیف کہنا یا کسی کتاب کو غیر معتبر کہنا محض فریب بلکہ فراڈ ہے۔ ایسی حدیث احناف اور شوافع کے درمیان متفق علیہ بن جاتی ہے اور ثابت ہو جاتا ہے کہ احناف کچی گولیاں نہیں کھیلتے۔

اس لڑکے نے کہا میں اپنے علماء سے پوچھ کر آیا ہوں کہ اس حدیث میں فلاں راوی ضعیف ہے اور تدلیس سے کام لیتا ہے۔ عالم نے کہا اس راوی کو کس نے ضعیف لکھا ہے؟ لڑکے نے کہا ذہبی اور ابن حجر نے۔

عالم نے کہا پہلی بات تو یہ ہے کہ آپ اہل حدیث ہیں اور اہل حدیث کا دعویٰ ہے کہ قرآن وحدیث کے علاوہ ہر چیز نا قابل قبول ہے تم بتاؤ کہ ذہبی اور ابن حجر کی کتاب قرآن ہے یا حدیث؟ نیز ذہبی اور ابن حجر خدا ہیں یا خدا کے رسول؟ جب تمہارا نعرہ قرآن وحدیث ہے تو پھر ذہبی کیا ہیں اور ابن حجر کون ہیں؟ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ آپ کو بخاری پر عمل کرنے کا بھی کوئی حق حاصل نہیں۔ اسلئے کہ بخاری کے لکھنے والے کا نام محمد بن اسماعیل بخاری علیہ الرحمہ ہے اور امام بخاری نہ خدا ہیں اور نہ خدا کے رسول۔ جب کہ اہل حدیث خدا رسول کے سواء کسی کی بات نہیں مانتے۔

پھر یہ رجال کی کتابیں جو سات آٹھ سو سال بعد لکھی گئی ہیں آپ کے ہاں ان کتابوں کی کیا حیثیت رہ گئی؟ پھر یہ بھی سن لو کہ تابعین جیسے عظیم المرتبت اولیاء اللہ کو ضعیف اور جاہل کہنے کا دھندا جن لوگوں نے شروع کیا ہے۔ ان کی اپنی اوقات کیا ہے۔ ذہبی کے شاگرد تاج الدین سبکی اپنی کتاب طبقات شافعیہ کی جلد ا صفحہ ۱۹۱ پر لکھتے ہیں کہ ذہبی میرے استاد ضرور ہیں لیکن نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ذہبی نے اللہ والوں کے خلاف سخت زبان درازی کی ہے مجھے ڈر ہے کہ جن لوگوں کے خلاف انہوں نے زبان درازی کی ہے قیامت کے دن یہ لوگ ذہبی کے خلاف کھڑے نہ ہو جائیں۔

اس سے زیادہ سخت الفاظ ابن حجر کے بارے میں امام سخاوی علیہ الرحمہ نے لکھے ہیں اور انہیں احناف کے خلاف سخت متعصب قرار دیا ہے

لڑکا سہم گیا اور کہنے لگا میں اپنے علماء سے پوچھوں گا باپ کو سخت غصہ آ گیا۔ باپ نے اپنے بیٹے کو ایک لاٹھی ماردی اور اسے اس کے علماء سمیت گالیاں دینے لگ گیا۔ اور اسے بازو سے پکڑ کر باہر کو گھسیٹا۔ چل دفع ہو۔

بابا ان پڑھ ضرور تھا مگر ذہین بہت تھا اور بار بار گفتگو سن کر اچھی خاصی سوجھ بوجھ حاصل کر چکا تھا۔ اور اس نے بعض علمی اصطلاحات تک یاد کر لی تھیں۔

گھر پہنچ کر بابا کہنے لگا۔ بیٹا مجھے تین باتیں اچھی طرح معلوم ہو گئی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ جس حدیث کو امام اعظم ابوحنیفہ نے یا امام محمد نے بیان کیا ہو، اسی حدیث کو جب بعد والے محدثین بھی بیان کر دیں تو اب سند کے چکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں رہتی۔ اب ایسی حدیث کو ضعیف کہنا محض جان چھڑانے والی بات ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ رجال کی کتابیں، جن میں کہیں کسی جلیل القدر تابعی کو ضعیف کہا گیا ہے اور کہیں کسی تبع تابعی کو کذاب کہا گیا ہے۔ میری سمجھ کے مطابق یہ سب زبان درازی ہے اور اولیاء اللہ سے دشمنی اور ان کا ناجائز گلہ ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ اہل حدیثوں کو رجال کی کتابوں پر اعتماد کرنے کا کوئی حق حاصل نہیں۔ ورنہ اس سے اندھی تقلید لازم آئے گی۔ لڑکا اپنے باپ کی باتوں سے مزید پریشان ہو گیا۔ مگر ابھی وہ اپنی ضد پر قائم تھا۔

اتفاق سے باپ کا دوسرا بیٹا ایران سے واپس آ گیا۔ لیکن تقدیر کا کھیل دیکھئے کہ اس کا یہ بیٹا شیعہ مذہب اختیار کر چکا تھا۔ اس نے گاؤں پہنچتے ہی مجلس عزا میں جانا شروع کر دیا۔ ایک دن اپنے گھر میں بھی زبردستی مجلس عزا رکھ دی۔ چند دنوں میں اپنے ذاتی خرچے پر امام بارگاہ کی تعمیر کی افواہ بھی چھوڑ دی۔ جو آدمی اس سے بات کرتا، اس سے لڑنے پر اتر آتا تھا۔ بابا پہلے بیٹے سے کیا پریشان تھا کہ دوسرا بیٹا اس سے بھی نمبر لے گیا۔ بابا اس بیٹے کو بھی مختلف علماء کے پاس لے گیا۔ پہلے تو اس نے کہا کہ تمہارے مولویوں کے پاس ہے ہی کیا؟ یہ سب اہل بیت کے منکر ہیں۔ لیکن بابا کسی نہ کسی طرح اسے علماء کے پاس لے کر پہنچ ہی گیا۔ یہ لڑکا بھی ہر عالم سے دو باتیں ضرور کرتا تھا۔ ایک تو وہ حدیث من کنت مولاہ ہر کسی کو سناتا تھا۔ دوسری بات یہ کرتا تھا کہ اہل بیت پر دین کا دارومدار ہے۔ جن کے گھر میں دین اترا، جو دین کے سب سے پہلے مخاطب ہیں اور جو نبی کریم ﷺ کے جگر کے ٹکڑے ہیں ان کی پیروی ضروری ہے۔ اور تم لوگ ان سب کے منکر ہو۔

بابا اس بیٹے کو ایک عالم دین کے پاس لے گیا۔ اس عالم سے اس طرح گفتگو ہوئی۔ لڑکے نے کہا آپ اہل بیت کے منکر ہیں۔ عالم نے کہا جھوٹے پر خدا کی لعنت۔ ہم اہل بیت کے منکر نہیں۔ بلکہ اہل بیت اور صحابہ کرام سب کا ادب کرتے ہیں اور ان کی تعلیمات پر عمل کرتے ہیں۔ لڑکے نے کہا یہ آپ اوپرا اوپر سے کہہ رہے ہیں۔ باپ کو غصہ آ گیا۔ باپ نے گالی دے کر کہا۔ میں تمہارا باپ ہوں۔ میں اہلسنت ہوں اور تو مجھے اچھی طرح جانتا ہے کہ میں اہل بیت کا بہت ادب کرتا ہوں اور تجھے بھی میں نے ان کا ادب ہی سکھایا تھا۔ تو میری گود میں بیٹھ کر میری داڑھی صاف کر رہا ہے۔ تیری۔۔۔۔ باپ نے پھر ماں کی گالی دی) باپ نے کہا تجھے سکھانے والے نہایت فراڈی اور چال باز لوگ ہیں اور تم نے میری تربیت کو اور سنی مسلک کو پس پشت ڈال کر ان کی ہر بات پر ایمان رکھ لیا ہے۔ بتا! میں نے تجھے مولا علی کا ادب سکھایا تھا یا بے ادبی؟ بتا مسجد کے مولوی صاحب تمام اہل بیت اور مولا علی کا نام ادب سے لیتے ہیں یا بے ادبی سے؟

عالم دین نے سمجھا بجھا کر باپ کا غصہ ٹھنڈا کیا۔ پھر عالم دین فرمانے لگے کہ بیٹا! جھوٹ بولنا اور اوپرا اوپر سے ماننا اہلسنت کا طریقہ نہیں۔ یہ تعلیم شیعہ مذہب میں پائی جاتی ہے۔ جسے یہ لوگ تقیہ کا نام دیتے ہیں۔ شیعوں کی سب سے پہلی کتاب اصول کافی میں لکھا ہے کہ جس نے دین کو ظاہر کیا اللہ اسے ذلیل کرے گا اور جس نے دین کو چھپایا اللہ اسے عزت دے گا (اصول کافی جلد ا صفحہ ۳۲۰)۔ دوسری جگہ لکھا ہے کہ دین کے دس حصوں میں سے نو حصے تقیہ ہے (اصول کافی جلد ا صفحہ ۳۱۱)۔ اب بتایئے کہ آپ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ سنی اہل بیت کے ساتھ اوپرا اوپر سے محبت کرتے

ہیں۔ جب کہ سچ تو یہ ہے کہ شیعہ مذہب کی ہر بات اوپراوپر سے ہوتی ہے، جو سچی بات کرے وہ ذلیل ہے اور جو جھوٹ بولے وہ باعزت ہے۔

اب بتائیے کہ آپ کے مذہب کی کسی بھی بات کا کیا اعتبار ہے؟ آپ کے علماء اگر کہہ دیں کہ ہم اہل بیت سے محبت کرتے ہیں۔ ہمیں کیا معلوم کہ یہ سچ ہے یا تقیہ۔ اگر یہ لوگ کہہ بھی دیں کہ بارہ امام برحق ہیں۔ ہمیں کیا معلوم کہ یہ سچ ہے یا تقیہ۔ آپ کو ایران والوں نے جو جو باتیں رٹا کر بھیجا ہے آپ کو کیا معلوم وہ سچ ہیں یا تقیہ؟

لڑکا یہ باتیں سن کر پریشان سا ہو گیا۔ کہنے لگا مجھے اصل کتاب میں لکھا ہوا دکھا دیں کہ شیعہ مذہب کا دارومدار تقیہ پر ہے۔ عالم دین نے اصول کافی کھول کر اس کے سامنے رکھ دی۔ بلکہ اس مضمون کی کئی احادیث اس کے سامنے آ گئیں لڑکا سوچ میں ڈوب گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ واقعی کہیں شیعہ علماء نے مجھ پر تقیہ تو استعمال نہیں کیا؟ میں کونسے اصول کے تحت ان کی کسی بات کو سچ سمجھوں اور کونسی بات کو تقیہ قرار دوں۔

لڑکا بوکھلایا ہوا تھا۔ مگر ہمت سنبھال کر کہنے لگا آخر بہت سے لوگ شیعہ کیوں ہوتے جارہے ہیں۔ عالم دین نے کہا وہابی بھی یہی کہتے ہیں کہ پچھلے سال میں دس ہزار آدمی سنی مذہب سے اہل حدیث ہو گئے ہیں۔ بیٹا! مزہ تو جب ہے کہ کسی کافر کو شیعہ مذہب میں لے آؤ تا کہ کفر کا مقابلہ کرو۔ سنی عوام ہی تمہیں لوٹ کا مال نظر آتے ہیں؟

یہاں عالم دین نے ایک نہایت زبردست پوائنٹ مارا۔ عالم نے کہا کہ اگر تم کسی غیر مسلم کو اسلام کی دعوت دو اور اسے بتاؤ کہ مسلمان ہونے کے بعد تمہیں ماتم کرنا پڑے گا۔ اور اپنے آپ کو تھپڑ، مکے، بلیڈ اور چھریاں مارنا پڑیں گی۔ اور قمیض اتار کر سینہ کوبی کرنا پڑے گی۔ ورنہ تم منافق اور کافر ہی رہو گے۔ تو ایمان داری سے بتاؤ کہ کیا وہ غیر مسلم ایسا اسلام قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائے گا؟

یہ تلخ حقائق سن کر لڑکے کا دماغ گھوم گیا۔ یہ لڑکا اندر اندر سے ڈگمگا چکا تھا۔ مگر تا حال ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم تھا۔ وہ بہت سی فروعی باتوں پر بحث کرنا چاہتا تھا مگر ان دو اصولی باتوں نے اس کے پلے کچھ نہیں رہنے دیا تھا۔ پھر بھی اس نے کہا کہ میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔

عالم دین نے کہا جاؤ اپنے علما سے پوچھ کر دوبارہ آنا۔ انشاء اللہ ان باتوں کا تسلی بخش جواب دیا جائے گا۔ اپنے علماء سے مل کر لڑکا پھر انہی لچھنوں پر اتر آیا۔ مگر اب کی بار اس نے کسی سنی عالم کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔

الغرض یہ لڑکا بھی بابے سے کنٹرول نہ ہوا۔ بلکہ یہ تو الٹا جذباتی بھی ہو جاتا تھا اور اگر کسی عالم کے سامنے لاجواب ہو جاتا تو کہتا تھا کہ اس کا جواب میں اپنے علماء سے پوچھ کر دوں گا۔ بابے کو اس بات پر بھی غصہ آجاتا تھا۔ بابا کہتا تھا تم بھی اپنے دوسرے بے ایمان بھائی کی طرح اب علما سے رابطہ رکھتے ہو۔ شیعہ ہونے سے پہلے اپنے سنی علماء سے رابطہ رکھتے تو یہ نوبت ہی نہ آتی۔

ایک دن بابے نے ان دونوں بیٹوں کو آمنے سامنے کر دیا۔ ایک وہابی اور دوسرا شیعہ۔ بابا دیہاتی آدمی تھا اور کبھی کبھی اپنے بیٹوں کو ماں کی گالی بھی دے دیتا تھا۔ اس نے دونوں بیٹوں کو اپنی مخصوص گالی دی اور کہا کہ میں تو ان پڑھ آدمی ہوں۔ اگر تم دونوں میں سے کسی ایک نے مجھے قائل کرنا ہوتا تو میں لاعلمی کی وجہ سے ضرور قائل ہو جاتا۔ لیکن میں دیکھ رہا ہوں کہ دونوں کے دلائل اور انداز گفتگو تقریباً ایک جیسا ہے مگر تقدیر نے دونوں کو متضاد مذاہب پر لگا دیا ہے۔ اگر وہابی سچا ہے تو پھر شیعہ بھی سچا ہے۔ اور اگر وہابی جھوٹا ہے تو پھر شیعہ بھی جھوٹا ہے۔ اس صورت حال میں میرے لئے بہتر یہی ہے کہ میں سنی مذہب پر پہلے سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاؤں۔ اور میرا یہی فیصلہ ہے۔ مگر تم دونوں آپس میں بحث کرو (یہاں بابے نے ان دونوں کو ماں کی گالی بھی دی) اور کہا کہ میں تمہاری بحث سنوں گا۔

دونوں میں بحث شروع ہوئی۔ وہابی نے کہا صحابہ سب کچھ ہیں۔ شیعہ نے کہا اہل بیت سب کچھ ہیں۔ بابا خاموش نہ رہ سکا۔ ماں کی گالی دے کر کہنے لگا "اوئے! صحابہ اور اہل بیت دونوں کو سب کچھ مان لینے میں تمہیں کیا تکلیف ہے؟

مگر وہ دونوں اپنے اپنے موقف پر ڈٹے رہے۔ اور دلائل کی بھر مار کرتے رہے۔ پھر شیعہ نے کہا امام حسین علیہ السلام حق پر تھے۔ اور جن

صحابہ نے امام پاک کا ساتھ نہیں دیا تھا وہ سب مجرم ہیں۔وہابی نے کہا حضرت یزید رحمت اللہ حق پر تھے اور امام حسین سے تو جنرل ضیاء الحق ہی بہتر تھا بابے کو دونوں بیٹوں پر غصہ آ گیا۔اس نے کہا تم دونوں بے ادب اور بدتمیز ہو۔ایک امام حسین کا بے ادب ہے اور دوسرا صحابہ پاک کا بے ادب ہے۔بابے نے دونوں بیٹوں پر لاٹھیاں برسانا شروع کر دیں اور گالیاں دے کر کہنے لگا میرے گھر سے نکل جاؤ۔آج مجھے تم دونوں کی حقیقت پہلے سے بھی زیادہ معلوم ہوگئی ہے۔اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اہل سنت مذہب اختیار کرنے کی توفیق دی ہے۔

بابے کا تیسرا بیٹا جب لاہور سے واپس آیا تو وہ قادیانی ہو چکا تھا۔یہ بیٹا نہایت خاموش اور محتاط تھا۔اس نے سب سے پہلے سائنس اور عقلیات کا فلسفہ جھاڑنا شروع کر دیا۔کچھ دنوں تک اس نے کہنا شروع کر دیا کہ آسمانوں پر انسان آکسیجن کے بغیر نہیں رہ سکتا۔آسمان پر چڑھ جانا اور آسمان سے اتر آنا عقلاً ناممکن ہے۔ان پڑھ لوگ اس کی باتوں کے نتائج پر غور کئے بغیر اس کی باتوں میں آنے لگے۔یہ لڑکا بظاہر مسلمان بلکہ اہل سنت نظر آتا رہا۔آہستہ آہستہ اس نے کہنا شروع کر دیا کہ حضرت آدم علیہ السلام آسمان سے نہیں اترے تھے۔نبی کریم ﷺ کو معراج جسمانی نہیں ہوئی تھی۔اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔اور نہ ہی قیامت کے قریب آسمان سے نازل ہوں گے۔اور بالآخر اس نے یہاں تک کہہ دیا کہ جس عیسیٰ نے آنا ہے وہ مرزا غلام احمد قادیانی ہے۔اور چونکہ عیسیٰ علیہ السلام نبی تھے لہذا یہ بھی نبی ہے اور حضرت محمد ﷺ ہر لحاظ سے آخری نبی نہیں ہیں بلکہ آپ کے بعد ظلی اور بروزی نبی آسکتا ہے۔اور مرزا قادیانی وہی ظلی اور بروزی نبی ہیں۔

بابا سر پکڑ کر بیٹھ گیا۔بابے نے کہا یہ تو پہلے سے بھی بھاری آفت آن پڑی۔اب کہاں جاؤں۔بابے نے ایک بار پھر قسمت آزمانے کے لئے علماء کا رخ کیا۔مگر یہ لڑکا بظاہر بڑا با اخلاق،ٹھنڈا اور چالباز بھی تھا۔یہ خود کہتا تھا کہ مجھے علماء کے پاس لے چلو۔بابا اسے ایک مولوی صاحب کے پاس لے گیا۔ان مولوی صاحب کی معلومات قادیانیت کے موضوع پر صفر تھیں۔بابا اسے اسی طرح کے چند مولویوں کے پاس لے گیا جنہیں نور بشر کے سواء کچھ نہیں آتا تھا۔بالآخر کسی مولوی صاحب نے اسے فقیر غلام رسول قاسمی کا اڈریس دیا۔

بابا اپنے بیٹے کو لے کر فقیر کے پاس پہنچ گیا۔اور اپنی روئداد سنائی۔اس لڑکے نے کہا کہ میں آپ سے کچھ معلومات لینا چاہتا ہوں۔فقیر نے کہا کہ فرمائیں۔اگر میری سمجھ میں ہوں گی تو ضرور عرض کر دوں گا۔اس لڑکے نے کہا کہ میں قرآن کی روشنی میں حیات مسیح کا مسئلہ سمجھنا چاہتا ہوں۔مسلمانوں کے پاس حیات مسیح پر صرف ایک آیت **بل رفعه الله اليه** موجود ہے۔جب کہ مرزا صاحب نے وفات مسیح کو تیس آیات سے ثابت کر دیا ہے۔یہ سیدھا سیدھا معیار ہے۔آیات کی تعداد سے ہی آپ سچ اور جھوٹ کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔

فقیر نے کہا کہ پادری فانڈر نے اپنی کتاب میزان الحق میں قرآن کی ایک سو چودہ آیات سے تین خدا ثابت کئے ہیں۔اگر آیات کی تعداد گن سنانے پر دارومدار ہے تو پھر پادری فانڈر مرزا صاحب سے بھی نمبر لے گیا۔

پھر لا الہ الا اللہ کے الفاظ بھی قرآن کی تیس آیات میں نہیں بلکہ صرف ایک آیت میں وارد ہوئے ہیں۔بتائیے کہ جب تک تیس آیات فراہم نہ ہوں گی کیا آپ خدا کی توحید کا انکار کرتے رہیں گے؟

اسی طرح محمد رسول اللہ کے الفاظ بھی پورے قرآن میں صرف ایک جگہ استعمال ہوئے ہیں۔کیا آپ نبی کریم ﷺ کی رسالت کو تسلیم کرنے کے لئے انتیس مزید آیات کا انتظار کریں گے؟

اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نے کھینچا تانی کے ذریعہ تیس آیات سے وفات مسیح ثابت کر ماری ہے۔جب کہ حیات مسیح جس آیت سے

ثابت ہے وہ لا الہ الا اللہ کی طرح بڑی صاف اور صریح ہے۔ دلائل کو تولا کرتے ہیں گنا نہیں کرتے لڑکا لاجواب ہوگیا۔

پھر اس لڑکے نے کہا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول قرآن میں ہے کہ میں جب تک زندہ رہوں مجھے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم ہے۔ اگر عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر چلے گئے ہیں تو اب وہ زکوٰۃ کس طرح ادا کرتے ہوں گے۔ اور وہ زکوٰۃ کون وصول کرتا ہوگا؟

فقیر نے کہا کہ یہ انہی تیس آیات میں سے ایک ہے جنہیں مرزا قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھا ہے اور کھینچا تانی کر کے اس آیت سے وفات مسیح ثابت کر ڈالی ہے۔ اصل بات یہ ہے جس کسی بھی زکوٰۃ دینے کا حکم ہو اس کیلئے شرط یہ ہوتی کہ وہ شخص مالدار ہو۔ مثلاً نبی کریم ﷺ کی ساری امت کو حکم ہے کہ نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دو مگر زکوٰۃ وہی شخص دیتا ہے جو مالدار ہو باقی لوگ عمومی حکم ملنے کے باجود زکوٰۃ نہیں دیتے۔ ملنے کے باوجود زکوٰۃ نہیں دیتے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کیلئے بھی زکوٰۃ دینے کیلئے مالدار ہونا شرط ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب تک زمین پر موجود رہے انہوں نے اس وقت بھی زکوٰۃ نہیں دی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ دنیا میں کبھی بھی مالدار نہیں ہوئے۔ بلکہ ہمیشہ فقر اور غریب الوطنی میں وقت گزارا۔ اگر زمین پر رہتے ہوئے زکوٰۃ نہیں دی تو آسمان پر جا کر زکوٰۃ نہ دینے میں تو بالکل ہی کوئی حرج نہیں۔ اللہ تعالیٰ دلوں کے حال اور پیش آنے والے معاملات کو خوب سمجھتا ہے۔

یہ بھی واضح رہے کہ اس قسم کے احکام میں ظاہری خطاب نبی کو ہوتا ہے۔ جب کہ حکم امت کو دیا جا رہا ہوتا ہے۔ گویا زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کی امت سب کے لئے تھا۔ جب کہ صاحب نصاب یعنی مالدار ہونے کی شرط اپنی جگہ پر ہے۔

بابا یہ ساری گفتگو بڑی غور سے سن رہا تھا۔ پھر اس لڑکے نے کہا کہ حدیث شریف میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جتنے جاندار اس وقت زندہ ہیں آج سے سو سال بعد سارے کے سارے مر جائیں گے۔ لہٰذا عیسیٰ علیہ السلام اگر زندہ تھے بھی تو فوت ہوگئے ہوں گے۔

فقیر نے کہا کہ یہ حدیث پوری پڑھو اس حدیث میں یہ الفاظ بھی موجود ہیں۔ علی وجہ الارض الان یعنی اس وقت روئے زمین پر جتنے جاندار ہیں مر جائیں گے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام زمین پر نہیں تھے۔ لہٰذا اس حدیث سے ان کی وفات ثابت نہیں ہوتی۔ آپ نے حدیث ادھوری پڑھ کر بے ایمانی کی اور اگر آپ کو ادھوری رٹائی گئی تو رٹانے والوں نے بے ایمانی کی۔ دوسری بات یہ ہے کہ آپ نے بحث کے آغاز میں کہا تھا کہ قرآن کی روشنی میں حیات مسیح ثابت کریں۔ جب کہ آپ نے خود اپنا اصول توڑ ڈالا ہے۔ آپ نے قرآن کو چھوڑ کر حدیث پیش کر دی ہے۔ اس جرم کی کیا سزا ہے؟ آپ کو جواب دینا پڑے گا اور میں ادھر ادھر نہیں ہلنے دوں گا۔ اس پر وہ لڑکا بالکل بند ہوگیا۔ فقیر نے بار بار پوچھا کہ آگے بولو۔ اس نے کہا آپ نے میرا بولنا ہی بند کر دیا ہے۔ مگر میں اپنے علماء سے پوچھوں گا۔

باپ ان پڑھ ضرور تھا مگر بلا کا ذہین اور صلاحیت والا شخص تھا۔ بابے نے اپنے بیٹے کو خوب گالیاں دیں اور کہا کہ یہ تینوں ایسے تیسے اپنے علماء سے پوچھنا چاہتے ہیں مگر گمراہ ہونے سے پہلے ان کی ماں مر گئی تھی کہ علماء سے پوچھتے۔ بابا اپنے بیٹے کو لے کر گاؤں چلا آیا۔

ایک دن بابے کا چوتھا بیٹا کھیتوں سے تھک ہار کر واپس گھر آیا تو گھر میں اس کے تینوں بھائی آپس میں بحث کر رہے تھے اور باہم دست و گریباں ہونے کے قریب تھے۔ یہ صورت حال دیکھ کر اس نے بیل ہانکنے والی لاٹھی جسے پنجابی میں تروڑ کہتے ہیں، اٹھالی اور تینوں بھائیوں کی اس قدر پٹائی کر دی کہ ان کی ناس مار کر رکھ دی۔ اسی وقت بابا مکان کی چھت پر چڑھ کر چیخنے لگا کہ کوئی تین پڑھے لکھے بیٹے لے لو اور ایک ان پڑھ دے دو۔

گاؤں کے لوگ جمع ہو گئے۔کوئی مذاق اڑا رہا تھا،کوئی حوصلہ افزائی کر رہا تھا۔کوئی لڑکوں کی اصلاح کے لئے مشورے دے رہا تھا اور کوئی کہہ رہا تھا کہ ان کو ان کے حال پر چھوڑ دو۔ان کا مرض لاعلاج ہو چکا ہے۔

گاؤں کے کسی نوجوان نے بابے سے پوچھا کہ بابا جی آخر یہ لڑکے اتنی محنت کے باوجود صحیح کیوں نہیں ہو رہے؟ بابا غصے میں تھا۔کہنے لگا حرام کا حمل ضائع کرنا بہت مشکل ہوتا ہے۔نوجوان کو سمجھ آ گئی اور پیچھے ہٹ کر بیٹھ گیا۔بالآخر ایک پڑھا لکھا آدمی آگے بڑھا اور اس نے بابے کو عجیب مشورہ دیا۔اس نے کہا بابا جی اپنے تینوں بیٹوں کو اکٹھا کر کے ایک ہی وقت میں کسی ماہر نفسیات کے پاس لے جاؤ۔بابے کو یہ بات پسند آ گئی۔اگلے ہی روز بابا اپنے تینوں بیٹوں کو لے کر پی اے ایف ہسپتال سرگودھا پہنچ گیا۔وہاں کے ماہر نفسیات ڈاکٹر کے سامنے تینوں بیٹے پیش کر دیئے اور سارا ماجرا کہہ سنایا۔

اتفاق سے وہ ڈاکٹر قادیانی تھا جو نیا نیا قادیانی ہوا تھا۔ڈاکٹر نے ساری کہانی بڑی غور سے سنی۔اور پھر تھوڑی دیر آنکھیں بند کر کے کچھ سوچتا رہا۔بالآخر آنکھیں کھول کر کہنے لگا بابا جی میں خود پچھلے مہینے قادیانی ہوا تھا۔میں آج اور اسی وقت قادیانیت سے توبہ کرتا ہوں۔اور یہ سب آپ کی برکت ہے۔

بابا حیران ہو گیا۔بابے نے کہا میری برکت سے میرے تین بیٹوں میں سے ایک بھی انسان نہیں بنا۔تم پر میری برکت کیسے اثر کر گئی؟

ڈاکٹر نے کہا۔دراصل یہ ایک نفسیاتی مسئلہ ہے۔پوری دنیا میں اہلسنت کی اکثریت ہے۔اور جس قوم کی اکثریت ہو اس قوم میں ان پڑھ اور بھولے لوگ بھی کثرت سے ہوتے ہیں۔ان میں سے جسے کوئی سب سے پہلے ٹکر جاتا ہے یہ اسی سے قائل ہو جاتا ہے۔اگر آپ کا ایرانی بیٹا سعودیہ میں چلا جاتا تو اس نے وہابی ہو جانا تھا اور اگر سعودی بیٹا ایران میں چلا جاتا تو اس نے وہاں سے شیعہ ہو کر واپس آنا تھا۔ان کے پاس اپنا مطالعہ اور شعور نہیں تھا۔یہ ہر کسی کی باتوں میں آ سکتے تھے۔یہی کچھ میرے ساتھ بھی ہوا تھا۔مگر میں اس مسئلے کی نفسیات کو اس وقت نہیں سمجھا تھا۔آج اللہ کریم نے اپنے فضل سے مجھ پر ہدایت کا دروازہ کھولنا تھا تو آپ اور آپ کے بیٹوں کا کیس میرے سامنے آ گیا۔اور میں معمولی غور و خوض کے بعد بڑی آسانی سے معاملے کی تہہ تک پہنچ گیا۔

ڈاکٹر نے ایسے دل نشین انداز سے گفتگو کی کہ بابے کے تینوں بیٹوں پر ڈاکٹر کی باتیں اثر کر گئیں۔وہیں بیٹھے بیٹھے تینوں نے اپنے اپنے مذاہب سے توبہ کر لی پہلے دونوں اہلسنت ہو گئے اور تیسرا بھی قادیانیت سے توبہ کر کے مسلمان ہو گیا۔

بابا اپنے بیٹوں کو لے کر سیدھا گھر پہنچا۔شکرانے کے نفل ادا کیے اور نفل ادا کرنے کے بعد خصوصی سجدہ کیا اور سجدے میں پڑ کر زار و قطار رونے لگا۔

اس کے بیٹے اپنے اپنے کام کاج میں مصروف ہو گئے۔اور مذہبی مصروفیات ترک کر دیں۔بابے نے کچھ عرصے تک ان کا جائزہ لیا۔بالآخر ایک دن بابے نے ان تینوں کو جمع کر کے خوب گالیاں سنائیں۔بابے نے کہا۔بے غیرتو! تم بے ایمان ہونے کے بعد تو بڑے سرگرم ہو گئے تھے۔مگر اب تمہیں سانپ نے سونگھ لیا ہے؟

تینوں مل کر دین کی خدمت کیلئے اپنی زندگیاں وقف کر دو ورنہ میں تمہاری۔۔۔۔۔۔۔۔(بابے نے پھر وہی ماں کی گالی دی)۔

ان تینوں بھائیوں نے اپنے باپ کی بات پر سنجیدگی سے غور کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ واقعی ہم بے حس اور بے انصاف ہیں۔آخر ہم اس وقت اتنے سرگرم کیوں تھے اور آج اتنے نرم کیوں ہیں؟ انہوں نے اسی وقت دین کی خدمت کا فیصلہ کر لیا۔تینوں نے ایک ہی مرشد کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔اور اپنی زندگیاں دین کیلئے وقف کر دیں۔وہ جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

......☆......

آہ! شرف اہل سنت

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری

از سید صابر حسین شاہ بخاری قادری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہ و نصلی ونسلم علی رسولہ الکریم

سال ۲۰۰۷ء دنیائے اہل سنت کے لئے ایک طوفان بن کر سامنے آیا۔ روشنی کے کئی مینار بہا کر لے گیا کراچی میں علامہ مفتی غلام یٰسین راز امجدی (۱۵ جولائی ۲۰۰۷) ہم سے جدا ہو گئے، بریلی شریف میں صدر العلماء علامہ تحسین رضا خان قادری (۱۳ اگست ۲۰۰۷) ہم سے رخصت ہو گئے، کوٹلی لوہاراں سیالکوٹ میں سلطان الواعظین ابوالنور محمد بشیر کوٹلوی (۱۴ اگست ۲۰۰۷) ہمیں داغ مفارقت دے گئے اور اب لاہور میں فاضل لاہوری علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری (یکم ستمبر ۲۰۰۷) رحمۃ اللہ علیہم اجمعین بھی ''حیات جاودانی'' اختیار کر گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

آہ! ''کشور تدریس کے تاجدار'' ایک ایک کر کے اٹھتے جا رہے ہیں۔ ''نور نور چہرے'' آنکھوں سے اوجھل ہوتے جا رہے ہیں۔ عظمتوں کے پاسبان کاروان آخرت کی طرف رواں دواں ہیں۔ ''اکابر اہل سنت'' کی باقیات دار البقاء کی جانب کوچ کر رہی ہیں۔ ہاں سب نے اسی کی جانب جانا ہے۔ ایک عام آدمی کا جانا ایک خاندان کے لئے سانحہ ہے لیکن موت العالم موت العالم ہے۔ ایک عالم دین کی موت ایک جہاں کی موت ہے۔ پوری دنیائے اہل سنت سوگوار ہے۔ ہر سنی بیقرار ہے۔ ہاں ان کی ''زندہ جاوید خوشبوئیں'' ہمارے قلوب کو تسکین پہنچاتی رہیں گی۔

علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ ابن مولوی اللہ دتہ ابن صوفی نور بخش رحمہم اللہ ۲۴ شعبان المعظم ۱۳۶۳/۱۳ اگست ۱۹۴۴ء کو مرزا پور ضلع ہوشیار پور مشرقی پنجاب ہندوستان میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کے موقع پر اپنے خاندان کے ساتھ لاہور آ گئے۔ ۱۹۵۵ء میں پرائمری تعلیم سے فراغت کے بعد علوم دینیہ کی تکمیل کے لئے آپ نے بالترتیب جامع رضویہ مظہر اسلام فیصل آباد ۱۹۵۵ء۔۔۔۔ ۱۹۵۷ء

دار العلوم ضیاء شمس السلام سیال شریف (۱۹۵۷ء)

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (۱۹۵۷۔۔ ۱۹۶۱ء)

جامعہ امدادیہ مظہریہ بندیال (۱۹۶۱ء۔۔۔ ۱۹۶۴ء) اور

جامعہ صدیقیہ انجمن شیڈ لاہور سے تعلیمی مراحل نہایت تیزی کے ساتھ طے فرمائے اور بعد میں درس و تدریس کے بے تاج بادشاہ بن کر سامنے آئے۔

جن مدارس میں آپ نے تدریسی فرائض انجام دیئے ان کے نام ملاحظہ فرمائیے۔

۱۔ جامعہ نعیمہ لاہور (۱۹۶۵ء)

۲۔ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور (۱۹۶۶ء۔۔۔۱۹۶۸ء دسمبر ۱۹۷۳ء (۱۹۹۷ء)

۳۔ دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف (۱۹۶۸ء)

۴۔ دارالعلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ (۱۹۶۸ء۔۔۔۱۹۷۱ء)

۵۔ مدرسہ اسلامیہ اشاعت العلوم چکوال (۱۹۷۱ء۔۔۔۱۹۷۳)

۶۔ جامعہ اسلامیہ لاہور ایچی سن ہاؤسنگ سوسائٹی ٹھوکر نیاز بیگ لاہور (۱۹۹۸ء۔۔۔۲۰۰۷ء)

آپ کے جلیل القدر اساتذہ میں علامہ سید ابوالبرکات احمد قادری، علامہ سید احمد سعید کاظمی، علامہ محدث اعظم سرکار فیصل آبادی، مشارح بخاری مولانا غلام رسول رضوی، علامہ عطاء محمد بند یالوی۔

خطیب پاکستان علامہ غلام الدین اور علامہ مفتی عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اسمائے گرامی نہایت روشن اور نمایاں ہیں۔

آپ کی تدریسی زندگی تقریباً نصف صدی پر محیط ہے۔آپ کے ہزاروں تلامذہ اندرون و بیرون ملک درس و تدریس میں مصروف ہیں۔

حضرت علامہ شرف ملت علیہ الرحمہ جہاد بالقلم کے غازی ثابت ہوئے آپ ایک صاحب طرز ادب، عربی، فارسی اور اردو میں سو سے زیادہ تصانیف، مقالات و حواشی کے مصنف ہیں۔آپ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا، لکھنے کا حق ادا کر دیا اس پر آپ کی نگارشات شاہد عدل ہیں۔

آپ نے مختلف ممالک کے تبلیغی دورے فرمائے بالخصوص مصر، انگلینڈ اور ہندوستان کی علمی کانفرنسوں میں اردو عربی میں نہایت مدلل مقالات پڑھے۔جن کو سراہتے ہوئے آپ کو متعدد اسناد اور تمغوں سے نوازا گیا۔

۱۴۰۱/ ۱۹۸۱ء میں آپ پہلی مرتبہ حج و زیارت کی سعادت سے بہرہ ور ہوئے۔ دوسری مرتبہ ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء میں والد ماجد کی طرف سے حج (بدل) و زیارت کی سعادت حاصل کی۔اس سال حج اکبری تھا۔

حضرت قبلہ شرف ملت فاضل لاہوری علیہ رحمۃ نے معروف ترین زندگی گزاری ہے، زندگی کا ایک لمحہ بھی ضائع نہ ہونے دیا، راقم کے حضرت سے دیرینہ مراسم تھے۔کئی دفعہ شرف ملاقات اور زیارت کی سعادت حاصل ہوئی۔آپ کو ہمیشہ دینی امور میں منہمک پایا۔آپ اہل علم کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے اور ان سے ہر ممکن تعاون فرماتے تھے راقم کے مہربان اور قدر دان تھے۔اب ان کی یاد میں رہ رہ کر آتی ہیں۔قلب و جگر کی ستاتی ہیں لیکن اب سوائے جبر کے کوئی چارہ نہیں

ع اب انہیں ڈھونڈ چراغ رخ زیبا لے کر

حضرت قبلہ شرف ملت علیہ الرحم طریقت کے چاروں سلاسل میں مجاز تھے۔ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ میں مفتی اعظم پاکستان علامہ مولانا ابوالبرکات سید احمد قادری علیہ الرحمہ سے شرف بیعت اور سند اجازت و خلافت رکھے تھے۔آپ نے اپنا شجرہ ہائے طریقت نہایت خوبصورت انداز میں شائع فرمایا ہے۔یوں تو آپ کئی سلاسل میں مجاز تھے لیکن قادریت پر نہایت فخر فرماتے تھے۔نشر و اشاعت کا محاذ سنبھالا تو نام ''مکتبہ قادریہ'' رکھا۔یہی نہیں ''قادری'' آپ کے نام کا جز و لاینفک بن کر رہ گیا۔راقم کو بھی آپ سے سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ میں سند اجازت و خلافت حاصل ہے۔

قادری کو قادری رکھ قادریوں میں اٹھا قدر عبدالقادر قدرت نما کے واسطے

حضرت قبلہ علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحم ایک ہمہ جہت شخصیت کا نام ہے۔آپ ایک عظیم انسان تھے،ایک عالم باعمل تھے،حلیم الطبع اور منکسر المزاج تھے،بے مثال مدرس تھے،بلند پایہ مصنف تھے،نقاد تھے،مترجم تھے،مقالہ نگار تھے،منتظم تھے،شیخ طریقت تھے۔ان سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ایک عظیم عاشق رسول تھے،

باہرگاہ رسالت مآب ﷺ میں مقبول تھے،بے دینوں کے لئے سیف المسلول تھے،''راہ رسم منزل ہا'' کے راہی تھے،اتحاد بین المسلمین کے داعی تھے،تحریک تحفظ ناموس رسالت ﷺ کے سپاہی تھے،جہاد بالقلم کے غازی تھے،مسلک رضا کے سچے ترجمان تھے،''یا داعلیٰ حضرت'' سے ہمیشہ سرشار تھے۔''اسلامی عقائد'' کے پرجوش مبلغ تھے،آپ کی ساری زندگی ''مسائل اہل سنت'' سنوارنے میں گذری۔وہ لوگ جو خود ''شیشے کے گھر میں'' پناہ لئے ہوئے تھے انہوں نے جب ہم پر سنگ باری کی تو آپ نے ان کو ''اندھیرے سے اجالے تک'' کی راہ دکھائی وہ قوم باز نہ آئی لیکن آپ نے اہل سنت کے ''عقائد ونظریات'' پر کوئی آنچ نہ آنے دی۔

آپ نے اہل بیت اطہار اور احترام سادات میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی اسی لئے آپ کو ''برکات آل رسول'' حاصل تھیں۔

''ندائے یارسول اللہ'' پر نہایت سختی سے کاربند تھے اور ''شفاعت مصطفیٰ'' کے امیدوار تھے ''شہر یار علم'' سے آپ کو علم وادب کا جو حصہ ملا وہ آپ نے نہایت فراخ دلی سے تقسیم فرمادیا۔

زندگی کے آخری سالوں میں آپ پر 'انوار القرآن' کی نورانی کرنیں پڑیں تو قرآن کریم کا ایک بہترین ترجمہ سامنے آگیا۔

''اوراد فتحیہ' پڑھتے رہے اور ہر میدان میں کامیاب وکامران ہوئے۔ان شاءاللہ آپ اپنے کردار،اپنی خدمات،اپنی تصنیفات اپنے تلامذہ اور اپنی نیک اولاد کی صورت میں ہمیشہ زندہ وتابندہ رہیں گے۔

آپ کی اولاد مجاز میں دو بیٹیاں اور تین بیٹے ہیں۔تمام بیٹے اپنے والد گرامی کے صحیح معنوں میں وارث وجانشین ہیں۔بڑے بڑے بیٹے علامہ ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی عالم دین اور نامور قلمکار ہیں۔آپ نے جامعہ الازہر شریف مصر میں عربی میں ایم فل کا مقالہ ''الشیخ احمد رضا شاعر گرغریبا'' لکھ کر اپنائے عرب میں تہلکہ مچادیا۔اللہ کرے زور قلم اور زیادہ منجھلے صاحبزادے مولانا مشتاق احمد قادری ہیں۔نہایت لائق فائق ہیں۔عالم دین اور مقالہ/مضمون نگار ہیں۔کئی رسائل میں آپ کے مقالات شائع ہو چکے ہیں۔سب سے چھوٹے بیٹے حافظ نثار احمد قادری ہیں۔مکتبہ قادریہ دربان مارکیٹ لاہور کے روح رواں ہیں۔اشاعتی کاموں میں خوب مہارت رکھتے ہیں۔سنی لٹریچر کو عام کرنے کا پختہ ارادہ رکھتے ہیں۔

محسن اہل سنت علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری علیہ الرحمہ بروز ہفتہ یکم ستمبر۷/۱۵ شعبان المعظم ۱۴۲۸ھ کو دنیائے اہل سنت کو سوگوار چھوڑ کر اپنے خالق حقیقی سے جاملے۔ان کی عمر ۶۳ برس اوراٹھارہ دن تھی اسی تاریخ کورات ساڑھے دس بجے آپ کی نماز جنازہ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مزار پرانوار کے احاطے میں علامہ پیر سید حسین الدین شاہ سلطانپوری کی امامت میں ادا کی گئی۔لاہور کی تاریخ میں یہ ایک تاریخی جنازہ تھا۔ملک بھر کے علماء مشائخ اور عوام اہل سنت نے شرکت کی۔بعدازاں ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں لالہ زار کالونی ٹھوکر نیاز بیگ ہیں ان کے اپنے زیر تعمیر مدرسہ کے صحن میں انہیں سپرد خاک کردیا گیا۔دعا ہے اللہ تعالیٰ اپنے محبوب حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ کے طفیل ان کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کے درجات بلند فرمائے۔آمین ثم آمین

قادری رب سے مل کر آباد ہوگئے　　　ناشاد ہم ہوتے ہیں وہ شاد ہوگئے

راقم کے کرم فرما معروف نعت گو شاعر جناب طارق سلطانپوری نے آپ کے وصال باکمال پر جو مادہ ہائے تاریخ نکالے اور قطعات لکھے۔ میں آپ کی ساری زندگی کا نقشہ کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ ملاحظہ فرمائیے۔

قرآنی مادہ تاریخ (سال وصال)

انما یخشی اللہ من عبادہ العلموا

''ضیائے شہر ایمان'' ۱۴۲۸ھ ''عین فیضان بہشت مصطفیٰ'' ۲۰۰۷ھ ''مظاہر تجلیات طابہ'' ۲۰۰۷ھ

''اوج وفضیلت محمد'' ۱۴۲۸ھ ''فیضان دانش اسلام'' ۱۴۲۸ھ

قطعہ تاریخ (سال وصال)

یقین ، علم ، تدریس و تحریر کی — خدا نے عطا کی اسے تمکنت
فہیم حدیث و کتاب مبین — نشانی اکابر کی ذی مرتبت
وہ محبوب اصحاب علم و خبر — پسندیدہ حلقہ معرفت
رہا خدمت دین میں منہمک — وہ خوش بخت وہ صاحب مکرمت
جو پہچان ہے اہل ایمان کی — وہ موجود تھی مرد حق میں صفت
تشخص ہے ابرار کا جو کمال — خدا نے کیا تھا اسے مرحمت
ہوا آہ مستور ابر اجل — سراج ہدایت ، مہ موعظت
وہ دنیا میں تھا فائز و سرخ رو — الٰہی وہ ہو مفلح عاقبت
سکینت میں گزری ہے اس کی حیات — ملے قبر میں بھی اسے عافیت
وفات اس کی ہے اہل حق کا زیاں — میں ان سے ، کروں خود سے تعزیت
جو ملت کا انمول سرمایہ تھے — وہ اشخاص رخصت ہوئے ان گنت
جدا ہوگئے کیا جہاں تاب لوگ — کہاں حوصلہ ، صبر ، ہمت ، سکت
وجود اس کا مسعود لازیب تھا — ہمارا شرف ، فخر انسانیت
مہ علم وحکمت کا سال غروب — کہا ہے ' '' وجیہ باشرف شخصیت''

(۳)

قادری بندہ حکیم شرف — آگہی کا چراغ تھا، کہیے
کہکشاں دانش و بصیرت کی — علم وحکمت کا باغ تھا ' کہیے
سال اس کے وصال کا طارق — ایک 'روشن دماغ تھا '' کہیے

(۴)

محب مصطفیٰ و خادم دین — خدائے پاک کا وہ بندہ خاص
کبھی لاہور میں تھا بزم آرا — وہ اب جنت میں ہے ، تصویر اخلاص

لوح بھی تُو، قلم بھی تو، تیرا وجود الکتاب
گنبدِ آبگینہ رنگ تیرے محیط میں حباب
عالمِ آب و خاک میں تیرے ظہور سے فروغ
ذرۂ ریگ کو دیا تو نے طلوعِ آفتاب
شوکتِ سنجر و سلیم تیرے جلال کی نمود!
فقرِ جنیدؒ و بایزیدؒ تیرا جمالِ بے نقاب
شوق ترا اگر نہ ہو میری نماز کا امام
میرا قیام بھی حجاب، میرا سجود بھی حجاب
تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے!
عقلِ غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

Monthly
Mujallah **AL-HAQIQA**
NOVEMBER, 2007
Reg. No. C.P.L 168